الاسفار عن برکات بعض الاسفار

الملقب به

الفصل للوصل

یعنی

سفرنامہ لاہور و لکھنؤ

حالات و برکات سفر لاہور و لکھنؤ مع ملفوظات عالیہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

از

جناب سید مقبول حسین وصل بلگرامی رحمہ اللہ

فہرست مضامین

سفر نامہ لاہور و لکھنؤ

سفرنامہ لکھنؤ

تصدیق وتوثیق از احقر اشرف علی عفی عنہ

بعد حمد و صلوٰۃ میں نے اسے مجموعہ مسمّی بہ الاسفار عن برکات بعض الاسفار ملقب بالفصل یعنی السفر للوصل (لما امر اللہ بہ ان یوصل الشامل للافادات الدینیہ) کو جس میں میرے سفر لاہور و لکھنؤ کے واقعات و حالات اور دوسرے سفر کے ملفوظات و مقالات جمع کئے گئے ہیں مع اس کی تمہید کے حسب استدعاء جناب مؤلف سلمہ، حرفاً حرفاً دیکھا ملفوظات کو تو حسب معمول نظر عمیق کے ساتھ دیکھ کر اس میں با قاعدہ مکمل اصلاح کی گئی اور بقیہ میں محض معنوں کو مطمع نظر رکھ کر حسب حاجت خاص مواقع پر تغیر و تبدل کیا گیا' اب یہ مجموعہ میرے نزدیک باعتبار مضامین کے صحیح اور مکمل ہے البتہ حالات کے حصہ میں باوجود صحت واقعات فرط محبت میں بعض مقامات پر محض عنوان میں قدرے مبالغہ ہو گیا ہے جو صدق کی حد سے نہیں نکلتا اور ایسے داخل حدود مبالغہ کو بزرگوں نے ہمیشہ جائز رکھا ہے اور خود ان کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے اور گو ایسے عنوانات کا بدلنا ممکن تھا اور عدم تبدیل موہم حب مدح کا ہو سکتا ہے لیکن میں نے ابقاء کو جناب مؤلف کے جذبات کی رعایت اور اپنے حق میں مستقبل کے اعتبار سے فأل صالح سمجھ کر تصرف نہیں کیا' اب دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ سے طالبان دین کو نفع علمی و عملی عطا فرمادیں اور جناب مؤلف اور اس ناکارہ کو اپنی رحمت و رضا سے مشرف فرمادیں۔ والسلام فقط۔

مقام تھانہ بھون ۲۶ محرم ۱۳۵۸ھ

حامداً ومصلیاً

التماس آشفتہ حال

۱۳۵۷ھ

رازے کہ برخلق نہفتیم و نگفتیم — بادوست بگوئیم کہ او محرم راز ست

اے مجلسیاں! سوز دل حافظ مسکین — از شمع بپرسید کہ درسوز و گداز ست

مجھ میں آشفتہ حالی اور بیقراری کیوں ہے؟ سینے میں سوزش جگر میں ٹیس اور دل میں بیتابی و اضطراب کس سبب سے ہے؟ خود میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا بتاؤں۔ کیا جواب دوں۔ ہر غیر کی صحبت سے پریشانی پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی دوسرے کے ذکر سے طبیعت گھبرانے لگتی ہے۔ ہروقت یہی تمنا کہ اس کے پاس بیٹھو جو اپنے ساقی کا ذکر کرتا ہو۔ ہر لمحہ یہی آرزو کہ اپنے ہم مشرب رندوں کے سوا دوسروں سے بات بھی نہ کروں۔ اس بزم میں حاضر رہوں جہاں اپنا ساقی ساقی گری کرتا ہو۔ سر میں یہی سودا کہ ہروقت اپنے ہی ساقی کا تذکرہ ہو۔ آنکھیں ڈھونڈتی ہیں تو میخانہ امدادیہ کے انوار و برکات کو' نظروں کو تجسس ہے تو

تھانہ بھون کے درخشاں ذرات کی تابش کی کان سننا چاہتے ہیں تو ان پر اثر الفاظ اور پر کیف کلمات کو جو ساقی بادۂ الست کے لب و دہن سے نکلے ہوئے ہوں۔ قوت شامہ کو ہوس ہے تو صرف اس پھول کی خوشبو کی جو گلستان شریعت میں مہک کر تمام عالم کو مست و بیخود بنا رہا ہو۔ ہاتھ ان مبارک ہاتھوں کے جویا ہیں جن کے ذریعے کبھی کوئی عہد و پیمان لیا گیا تھا۔ پاؤں اس منزل کی طرف چلنا چاہتے ہیں جو میرے ساقی کی بتائی اور دکھائی ہوئی ہو خیالات متخمل ہیں تو ایسے مالک بہار عالم حسن کے تصور کے جس کے لئے کہا گیا ہے ؎

بہار عالم حسنش دل و جاں تازہ می دارد
برنگ اصحاب صورت رابہ بوار باب معنیٰ را

مجھے نہیں معلوم، مجھے کیا ہو گیا ہے، سودائی ہو گیا ہوں یا بنا دیا گیا ہوں۔ کسی وقت چین نہیں، سکون نہیں تمام جسم میں آگ لگی ہوئی ہے یا لگا دی گئی ہے کسی طرح نہیں بجھتی، بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ روز بروز تیز ہوتی جاتی ہے۔ ؎ جناب مجذوب

اے سوختہ جان! پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں

اب تو یہ حالت ہے کہ اگر چند دن کے لئے تھانہ بھون سے باہر جاتا ہوں تو اپنے قابو میں نہیں رہتا چاہتا ہوں کہ ہر گھڑی یہیں بسر ہو اور ہر پل خدمت ساقی میں گزرے ساقی کا جادہ جہاں آرا سامنے ہو اور دور چل رہا ہو۔

ابھی زمانہ نہیں گزرا یہی عالم تھا۔ دیوانگی نے بڑھنا شروع کیا تھا کہ پنجشنبہ ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۳۸ء کو میرے ساقی۔ میرے آقا۔ میرے مولا۔ میرے ہادی۔ میرے رہبر۔ میرے حامی میرے یاور شیخ الشیوخ عالم۔ فیوض و برکات مجسم۔ قطب یگانہ۔ غوث زمانہ حضرت حکیم الامت سراپا رحمت، مولانا حاجی حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم اللہ القوی بغرض علاج رونق افروز لکھنؤ ہوئے۔ علاج شروع ہوا۔ بحمد اللہ مرض میں بھی افاقہ ہوا۔ طاقت بھی آنے لگی۔ قیام گاہ پر بے تکلف اصحاب کو حاضری کی بھی اجازت دے دی گئی۔ پھر مسجد خواص کے حجرے کے پاس نشست بھی ہونے لگی۔ ملفوظات کا سلسلہ بھی

جاری ہوا۔ معارف وحقائق کی بارش ہورہی تھی فیوض وبرکات کا دریا موجزن تھا کہ میرے دل نے مجبور کیا اور میں نے ارادہ کرلیا کہ جس طرح بھی ہو زمانہ قیام لکھنؤ کے ملفوظات قلمبند ہو جائیں گے۔ اور خدائے بزرگ وبرتر نے توفیق دی اور اس کی مدد شامل حال ہوئی تو طبع کرا کر شائع بھی کردیئے جائیں گے۔ تاکہ خلق اللہ کو ان سے فائدہ پہنچے۔ دورافتادہ تشنہ کاموں کو جام فیوض کا ہدیہ بھیجا جائے اور حضوری سے معذور بیقراروں کے لئے مایہ تسکین فراہم کیا جائے۔ چنانچہ اسی دھن میں میں نے اپنے سرکار مدظلہم العالی سے اجازت حاصل کی۔ مولوی جمیل احمد صاحب تھانوی سے اپنی تمنا ظاہر کی۔ ممدوح نے اپنے لطف وکرم سے خود اس کام کی انجام دہی کا ذمہ لیا۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ایک اور شخص بھی ہونا چاہیے جو میری عدم موجودگی میں اس کو جاری رکھے۔ کیونکہ میں ہر وقت موجود بھی نہیں رہ سکتا۔ اس کو سن کر میں نے عزیزی مولوی حافظ ابرارالحق سلمہ ابن جناب مولوی محمود الحق صاحب حقی بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ ہردوئی ومجاز صحبت حضرت اقدس مدظلہم العالی کے سپرد یہ خدمت کی انہوں نے بہ طیب خاطر اس کو منظور کرلیا۔ بلکہ باعث برکت وسعادت سمجھا اور اس طرح جو ملفوظات قلمبند ہوسکے ان کا ایک اچھا خاصہ مجموعہ تیار ہوگیا لیکن اس کی ضرورت تھی کہ حضرت اقدس کے ملاحظہ سے گزر جائے۔ اس لئے یہ مجموعہ میں نے تھانہ بھون کی واپسی کے بعد حضرت اقدس کے حضور میں ملاحظہ کی مؤدبانہ درخواست کے ساتھ پیش کردیا۔ حضرت والا نے سرسری نظر سے ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ مولوی جمیل احمد کے قلمبند کردہ ملفوظات کی تصحیح تو آسان ہے لیکن مولوی ابرارالحق کے لکھے ہوئے ملفوظات کی صحت دشوار ہے۔ انہوں نے میرے الفاظ کو نقل نہیں کیا۔ یادداشت لکھ کر میری گفتگو کو بطور روایت بالمعنیٰ کے اپنی عبارت میں لکھا ہے اور اسی وجہ سے الفاظ، مطلب واقعہ، غرض وغایت سب میں کچھ فرق آ گیا۔ میرے لئے اس ضعف میں نئے سرے سے دماغ پر زور ڈال کر واقعے کو سوچنا اور لکھنا غیر ممکن ہے۔ اس کے معلوم ہونے پر جس قدر مجھے پریشانی ہوئی وہ بیان میں نہیں آ سکتی۔ خداوند تعالیٰ بڑے کریم وکارساز ہیں۔ دیکھتا کیا ہوں کہ محترمی جناب مولوی اسعد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ومجاز طریقت حضرت اقدس مدظلہم العالی تشریف لارہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ پورا رمضان المبارک کا مہینہ

تھانہ بھون ہی میں ختم ہوگا۔عید کی نماز پڑھ کر واپس جائیں گے۔ان سے مولوی ابرار الحق سلمہٗ کے تحریر کردہ ملفوظات کی کوتاہیاں بتا کر تکمیل کی استدعا کی۔اور موصوف نے انتہائی محبت و مسرت کیساتھ اس کو قبول و منظور فرمایا اور خاص توجہ و کوشش کے ساتھ ان کی تحریر کو بغور ملاحظہ کر کے جابجا صاحب ملفوظ سے تحقیق کر کے درست کیا' مربوط اور صاف کر کے تمام خامیوں کو نکال کر رمضان شریف کے اندر ہی مجھے دیدیئے"۔خدا کا شکر ہے کہ حضرت والا نے ان کو پسند فرما لیا اور اس طرح میری دعا مقبول اور تمنا کامیاب ہوگئی۔

میں چاہتا تھا کہ ملفوظات کی صحت ہو جائے اور یہ فوراً طبع کرا کے شائع کر دیئے جائیں۔ حضرت اقدس نے میری بے تابی کی حالت ملاحظہ فرما کر جلد سے جلد نظر اصلاحی کے کام کو ختم فرمادیا اور اپنی خاص شفقت سے جامع کے ناموں کی مناسبت پر غور فرماتے ہوئے مولوی جمیل احمد صاحب کے جمع کردہ ملفوظات کا نام جمیل الکلام اور مولوی ابرار الحق سلمہٗ کے جمع کردہ ملفوظات کا پہلا نام نزول الابرار اور جناب مولوی اسعد اللہ صاحب کی تصحیح کے بعد دونوں جامع کے ناموں کی رعایت سے دوسرا اخیر نام اسعد الابرار تجویز فرمایا۔

اسی گذشتہ رمضان المبارک میں میں بھی برابر حاضر تھانہ بھون رہا۔میں نے ارادہ کیا کہ ان ملفوظات کے شروع میں مختصر سا دیباچہ لکھ کر شامل کر دوں جس میں لکھنؤ کے سفر کا ضمناً تذکرہ بھی ہو۔لیکن جس وقت لکھنے بیٹھا ہوں تو اس وقت کچھ حالت ہی اور ہوگئی۔لکھنؤ کے سفر کے ساتھ ایک اور سفر کا خیال آ گیا وہ لاہور کا سفر تھا۔جو لکھنؤ کے سفر سے پہلے قریب تر زمانے میں ہوا تھا۔دل میں ایک جوش پیدا ہوگیا کہ کسی طرح وہاں کے حالات معلوم ہوں اور دیباچے میں ان کا بھی اضافہ ہوجائے۔

دور چلے دور چلے ساقیا اور چلے اور چلے ساقیا

تمنا تو یہ تھی کہ تمام عمر اور عمر کی ہر ساعت اپنے آقا ہی کا تذکرہ لکھتا رہوں۔مختلف عنوان سے اس کا ذکر کیا جایا کرے' زبان سے اپنے آقا ہی کا بیان ہو۔اور تحریر میں اپنے آقا ہی کے مناقب و فضائل ہوں۔اپنے آقا ہی کا تصور رہے۔اور اپنے آقا ہی کی دھن۔وہ کون آقا جس کے حسن کی خوبیوں کا تحریر میں لانا آسان کام نہیں اور حسن بھی کیسا حسن خداداد۔

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند　　　دلبر ماست کہ با حسن خداداد آمد

میں نے بسم اللہ کہہ کر سفر لاہور کے حالات دریافت کرنا شروع کئے۔ اتفاق وقت اور میری خوش قسمتی سے مخدومی جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری، محترمی جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری مکرمی جناب حکیم عبدالخالق صاحب امرتسری مشفقی جناب مولوی ظہور الحسن صاحب اور عطوفی جناب مولوی اسعد اللہ صاحب مدرسین مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (کہ ان حضرات نے اس سفر کے حالات کا مشاہدہ فرمایا تھا) اسی رمضان المبارک میں تشریف لے آئے اور میرے مدد و معاون ہوئے۔ میں نے اپنی پوری جدوجہد سے ان سے سوالات پر سوالات کر کے حالات دریافت کئے ان سے یادداشت لکھوائی اور اس طرح سفرنامے کے لئے کافی مواد فراہم کرلیا۔ حضرت اقدس کے ناسازی مزاج کے حالات آغاز اور بہت کچھ سفر لاہور کے متعلق واقعات کے لکھنے میں مخدومی جناب مولوی شبیر علی صاحب نے میری امداد فرمائی۔ سفر لکھنؤ کے حالات کے سلسلے میں بہت سی یادداشتیں جناب مولوی اجمل احمد صاحب تھانوی سے حاصل ہوئیں اور باوجود اس کے کہ میں نے اس سفرنامہ کو بہت مختصر کرنا چاہا میرے ذوق میرے جذبات اور میرے طبعی جوش کی وجہ سے وہ ایک اچھا خاصہ رسالہ ہوگیا۔ میں تو چاہتا تھا ہر ادائے حسن کو ظاہر کردوں مگر اس کی بھلا کس کو قدرت تھی۔

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید　　　لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

اور سچ تو یہ ہے کہ کس کس چیز کو ظاہر کرتا۔

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست　　　بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

روحی فداہ۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام　　　بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

یہ ذکر اور تذکرہ تو ایسا تھا کہ تمام عمر لکھتا اور تمام نہ ہوتا۔ خیر خدائے تبارک وتعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اس قدر ذخیرہ فراہم کردیا جو میرے لئے موجب صد افتخار ہے ورنہ کہاں مجھ سا بے بضاعت اور کہاں حضرت حکیم الامت مدظلہم العالی کے سفر کے حالات کا جمع کرنا۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل　　　نسیم صبح! تیری مہربانی

ملفوظات کی طرح اس سفرنامے کو بھی میں نے اپنے آقا کے حضور میں پیش کر دیا۔ وہاں سے اس کا مسودہ خلعت صحت کے ساتھ واپس عطا ہوا۔ اس کے بعد احتیاطاً میں نے وہی مسودہ اپنے محترم سراپا لطف وکرم جناب خان بہادر خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری بی اے انسپکٹر مدارس آلہ آباد مؤلف اشرف السوانح کی خدمت میں بھیج دیا۔ وہاں سے بھی نظر ثانی سے مزین ہو کر میرے پاس آ گیا۔ اب میں حضرت اقدس کی منظوری کے بعد اس کو ارمغان جاوداں کے تاریخی نام سے موسوم کرتا ہوں۔ اور حضرت اقدس کی غایت شفقت و تجویز گرامی سے ان ہر سہ اجزا یعنی ارمغان جاوداں جمیل الکلام اور اسعد الابرار کے مجموعہ کا نام الاسفار عن برکات بعض الاسفار ملقب بہ الفصل للوصل قرار پایا ہے جو لوح پر زینت وبرکت کے لئے درج کر دیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے جب یہ خیال تھا کہ صرف لکھنؤ کے سفر کے حالات جمع کئے جائیں اس وقت اس مجموعہ کا نام بہار لکھنؤ رکھا گیا تھا لیکن جب لاہور اور دونوں جگہ کے سفر کے حالات جمع ہو گئے تو حضرت والا نے اپنی زبان فیض ترجمان سے یہ مصرع ارشاد فرمایا ع ''باغ لاہور و بہار لکھنؤ'' اس مصرع کو سن کر راقم الحروف نے پہلا مصرع ''بے بہا زیبا نفیس و دلفزا'' ملا دیا جس سے پورا شعر تاریخی ہو گیا۔ اب اس کو یوں پڑھئے اور عیسوی تاریخ کا شمار کیجئے۔

بے بہا زیبا نفس نفیس و دلفزا　　　　باغ لاہور و بہار لکھنؤ

۱۵۷۰　۱۹۳۸ء　۳۶۸

یہ شعر بھی لوح پر درج کر دیا گیا ہے۔ خدا کرے یہ مجموعہ جلد
شائع ہو کر خلق خدا کے لئے فائدہ مند اور کار آمد ثابت ہو۔

اب مجھے سب سے پہلے خالق جل وعلیٰ کے فضل وتوفیق کا ہر بن مو سے شکر ادا کرنا ہے۔ ومن شکر فانما یشکر لنفسه و من کفر فان الله غنی حمید اس بے بضاعت زبان سے شکر۔ بس لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک ۔ اس کے بعد اپنے آقا و مولانا حضرت حکیم الامت مدظلہم العالی کے بے پایاں الطاف و بے نہایت کرم بے کراں شفقت اور توجہ خاص کا شکر ادا کرنا چاہیے جن کی بدولت آج یہ مجموعہ مرتب ہو کر طباعت کے لئے

بھیجا جارہا ہے۔ لیکن اس کے لئے الفاظ کہاں سے لاؤں بے جانہ ہوگا اگر یہ عرض کروں۔

شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو

اسی کے ساتھ مذکور الصدر اخوان میکدہ کی مخلصانہ نوازشوں پر ہدیہ تشکر پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتدزہے عز و شرف

آخر میں مجھے اتنا اور عرض کرنا ہے کہ ارمغان جاوداں اور اس التماس آشفتہ حال میں کئی جگہ میرے قلم نے وہ انداز اختیار کیا ہے جس کا تعلق صرف میرے جذبات' میری عقیدت' اور میرے ذوق سے ہے نہ شاعری کی گئی ہے اور نہ مبالغے کا اس میں دخل ہے۔ جو کچھ لکھا ہے میں نے اپنی عقیدت کے تحت میں۔ جو آواز بلند کی ہے وہ اپنے دلی جذبات کے اثر سے اور صرف اہل ذوق کے سننے اور لطف اٹھانے کے لئے۔ میرے مخاطب یہی حضرات ہیں۔ غیر سے واسطہ نہیں۔ اب اس کے بعد کوئی کچھ کہے میری ذمہ داری نہیں۔ کسی عارف کا قول ہے۔

بامدعی مگوئید اسرار عشق و مستی بگزارتا بمیرد در رنج خود پرستی

اور میں تو ان حضرات سے یہ عرض کروں گا۔

گفتہ بودم فسانہ در مستی تو شنیدی چرازعالم ہوش

والسلام

آوارۂ دشت گمنامی

احقر کونین سید مقبول حسین وصل بلگرامی غفرلہ اللہ السامی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

ارمغان جاوداں

۱۳۵۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمد و نصلی علیٰ حبیبه الکریم

یوں تو ہر سفر کی کوئی غرض و غایت ضرور ہوتی ہے' لیکن اصل سفر تو اہل اللہ کا سفر ہے' جو اگر چہ بظاہر کسی دنیوی ضرورت ہی سے کیا جائے مگر جہاں ان کے بابرکت قدم جاتے ہیں بغیر ان کے اہتمام یا ارادے کے خدا کی رحمتیں ساتھ ساتھ ہوتی ہیں' انوار الٰہی کا ظہور ہوتا ہے فیوض و برکات نمایاں ہوتے ہیں رشد و ہدایت کی شمعیں روشن ہو جاتی ہیں حقائق و معارف کی بارش ہونے لگتی ہے اور ہر تشنہ کام معرفت کو اس کی استعداد اور طلب کے موافق اس خزانہ معرفت سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور مل جاتا ہے۔

ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا' اب بھی دیکھنے والے بکثرت موجود ہیں۔ اب سے پندرہ برس کچھ کم و بیش پہلے' بزرگان دین کی کافی تعداد موجود تھی۔ مشائخ کرام کی برکتوں سے ہندوستان خصوصیت کے ساتھ فائز المرام ہو رہا تھا' علماء و فضلاء کے اثرات پورے طور سے پھیلے ہوئے تھے۔ کفر و ضلالت کی قوتیں دبی ہوئی تھیں' لیکن اب وہ دور نہیں رہا' زمانے نے کروٹیں بدلیں' خیالات نے پلٹا کھایا' اور وہی دین مبین جس کے آثار آفتاب سے زیادہ درخشاں اور تاباں نظر آتے تھے آج دھندلے نظر آ رہے ہیں' اولیاء اللہ نے دنیا سے پردہ کر لیا' خدا کے خاص برگزیدہ اور مقبول بندوں نے اس جہان فانی کو چھوڑ دیا' مسجدیں خالی' خانقاہ سونی' حجرے ویران' آج اگر ڈھونڈا جائے تو بمشکل چند ایسے مقدس نفوس مل سکیں گے' جن کا ہر لمحہ خدا کی رضا کے واسطے صرف ہوتا ہو' اور جن کی ہر ساعت خدمت دین کے لئے وقف ہو۔

میری انہیں آنکھوں نے بہت کچھ دیکھا' بڑی بڑی مقدس ہستیوں کی زیارت کی' اور آج بھی نظریں ان بابرکت مناظر اور ان بافیض ہستیوں کو ڈھونڈ رہی ہیں' ویرانی' بے اثری اور آزادی دکھائی دیتی ہے' دین سے بے پروائی' کم توجہی بلکہ بیزاری ہر طرف موجود ہے' دلوں میں مذہب کی وہ عزت اور وہ وقار جو پہلے تھا آج نہیں' نہ وہ اہتمام نہ وہ انہماک' بے شرمی' بے حیائی' بے غیرتی' بے باکی' ہر سمت پھیلی ہوئی ہے۔ کشتی بھنور میں ہے اور ناخدا ملتا نہیں۔ لیکن خداوندی وعدوں پر یقین رکھنے والا مسلم گھبراتا نہیں۔ لاتقنطوا من رحمة الله کی امید افزا آیت اس کو یاد آ جاتی ہے۔ ایک غیبی آواز سنتا ہے' گھبرا نہیں ناخدا موجود ہے۔ اس کا دامن تھام' اس کا وسیلہ حاصل کر' ناگہاں ضلع مظفر نگر کا مشہور قصبہ تھانہ بھون۔ اپنی مکمل تابشیں دکھاتا ہوا نظر پڑتا ہے۔ اور خانقاہ امدادیہ اپنے تمام جلوؤں اور انوار و برکات کے ساتھ نمودار ہو جاتی ہے اور اس میں وہ ناخدا جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا دستگیری کے لئے آمادہ و مستعد پایا جاتا ہے۔ آفتاب کی طرح منور چہرے پر رعب و سطوت اور جلالت و جبروت جلوہ فگن آنکھیں حقیقت و معرفت کے انوار سے ضیا بار' نظریں مصروف کشش' پیشانی جگمگاتی ہوئی۔ دماغ میں طاعت حق اور خدمت خلق کے خیالات مجتمع' دل خدا اور اس کے حبیب کی محبت سے سرشار' سینہ میں ہیبت وخشیت الٰہی کا خزینہ' رگ رگ میں تجلیات باری کی بجلیاں دوڑتی ہوئی۔ دست مبارک ہر وقت دعا کے لئے آمادہ' تمام جسم پیکر نور بنا ہوا۔ ستتر اٹھتر سال حیات ظاہری کی منزلیں طے کئے ہوئے ارادوں میں کامیابی کے آثار' مقاصد میں تکمیل کی لہر' ہمت واستقلال جلو میں قوت ونصرت علمبردار' فضل و رحمت باری سایہ کئے ہوئے' امداد الٰہی کی بے پناہ طاقتیں ساتھ ساتھ' اس طرح اور اس شان سے اس ناخدائے سفینہ اسلام' ملجا و ماوائے انام' محی سنت' حامی شریعت' سالک مسالک طریقت و معرفت' قامع بدعت و ضلالت' مصلح القلوب والارواح' صاحب الفلاح والافلاح' مجدد الملت' حکیم الامت' مرشد زمانہ' شیخ یگانہ' مقبول بارگاہ قادر قوی' حضرت مولانا حاجی حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب فاروقی حنفی تھانوی ادام اللہ برکاتہم وفیوضہم کا جلوہ زیبا دکھایا جاتا ہے' ۔

زفرق تا بقدم ہرکجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

مشاہدات

الله الله یہ مقدر — حاضر ہوں میں ایسے آستاں پر
کاشانۂ فیض جس کو کہیے — خمخانۂ فیض جس کو کہیے
ہر سمت سے رند آ رہے ہیں — قسمت سب آزما رہے ہیں
ہر وقت ہے خاطر و مدارات — میخانہ کھلا ہوا ہے دن رات
انوار حقیقت اس میں شامل — الله کی رحمت، اس میں شامل
جلوہ افروز ذات اس میں — ضوبار ہیں کل صفات اس میں
ہے طرفہ فضا، عجب ہے عالم — مے ہے، کہ چھلک رہی ہے ہردم
ہر لحظہ ہے، دور جام عرفان — صبح عرفان ہے، شام عرفان
ہر رنگ نیا، نیا سماں ہے — شیشوں میں، حیات جاوداں ہے
پیمانوں میں ، روح عجز و ایثار — زہاد سے بڑھ گئے ہیں میخوار
ہر ظرف میں، بادۂ شریعت — ہر قطرے میں، جلوۂ طریقت
ابھرے ہوئے سادگی کے جوہر — گردش میں وہی قدیم ساغر
ہے غیرت آفتاب ہر جام — مے نوش ہیں، اور جام پر جام
انگڑائیاں لے رہی ہیں موجیں — صہبا میں، یہ نور کی ہیں موجیں
اس مے کو مے طہور کہیے — یا شعلہ برق طور کہیے
اس مے سے ہے مست آج ہر ایک — توحید پرست آج ہر ایک
مستوں کو ہے ذکر و شغل سے کام — کیسا آرام، کس کا آرام
ہر رند یہاں کا پارسا ہے — ذرہ ذرہ خدا نما ہے
تقوی کی چہل پہل یہاں ہے — مقصود فقط عمل یہاں ہے

شہرت کا یہاں وجود، مفقود
ذکر نام و نمود مفقود!

دنیا سے جدا یہ سرزمیں ہے
کبر و نخوت یہاں نہیں ہے

کوئی بھی نہیں یہاں مقرب
مصروف ہیں اپنے کام میں سب

ہو کر مایوس ہر جگہ سے
آتے ہیں مریض ہر طرح کے

تشخیص کا ہے نیا طریقہ
بے مثل علاج کا طریقہ

ملتی ہے یہاں دلوں کو راحت
پاتا ہے ہر اک مریض صحت

تدبیر نئی دوا نئی ہے
اصلاح قلوب ہو رہی ہے

ناز اور نیاز، سب یہاں ہے
کہتے ہیں جسے ادب یہاں ہے

آئین، بتائے جا رہے ہیں
آداب سکھائے جا رہے ہیں

ہوتی ہے رضائے حق کی تعلیم
ہر کام بصد اصول و تنظیم

تعلیم میں تربیت ہے شامل
اللہ کی معرفت ہے شامل

تعلیم کا طرز ہی نیا ہے
ہر اک کی تربیت جدا ہے

بعضوں سے تخاطب و تکلم
اس طرح نوازش و ترحم

بعضوں کو یہی امور ممنوع
ہر شائبہ غرور ممنوع

تادیب، اصول کے مطابق
تجویز، مزاج کے موافق

لطف اور کرم بھی ساتھ ہی ساتھ
تیار دعا کے واسطے ہاتھ

مجلس کا یہاں کی پوچھنا کیا
مجلس ہے، کہ فیض کا ہے دریا

انوار کا وہ ہجوم اس میں
وہ ضو افشاں علوم اس میں

بٹتا ہے یہاں خدا کا انعام
ملفوظ کی شکل میں ہے الہام

ملفوظ کی شان، اللہ اللہ
پرکیف بیان، اللہ اللہ

ہر لفظ میں ہیں ہزار نکتے
ہر نکتے میں، بے شمار نکتے

اس حسن مقال کی کسے تاب
مجلس ہے کہ ہو رہی ہے بیتاب

چھائی ہوئی چار سو تجلی
اٹھتے ہی نگاہ، برق چمکی

اب ہوش کہاں، حواس کیسے　　صدقے ان ساعتوں کے صدقے

اس مجلس فیض بالیقین است　　دربار ولی حق ہمین است

اللہ ری بخشش و عنایت　　دارین کی بٹ رہی ہے دولت

کہہ دے کوئی طالبان حق سے　　بھر لیں وہ جیب و دامن اپنے

لے لیں، لے لیں، طلب ہو جتنی　　ایسی دولت، نہ پھر ملے گی

ساقی کا ہے فیض عام جاری　　ہے دور سبوو جام جاری

بادہ اس کی نگاہ، بادہ بردوش　　جو ہے وہ یہاں ہے مست و مدہوش

میخانے کا کل نظام مدہوش　　ساغر مدہوش، جام مدہوش

مے مست ہے مے کی آرزو مست　　پیمانہ شیشہ و سبو مست

ہر جلوہ و جلوہ گاہ مدہوش　　سجادہ و خانقاہ مدہوش

جذبات، کشش، دعا، اثر مست　　نظارہ و ناظر و نظر مست

گلزار و گل و بہار مدہوش　　مستی بیخود، خمار مدہوش

بیخود ہر کوہ، محو صحرا　　موجیں مدہوش، مست دریا

بیخود افلاک ہیں، زمین مست　　سجدہ مدہوش ہے، جبین مست

مدہوش وجود، دو جہان مست　　کل کون و مکان ولا مکان مست

یہ کس کی نگاہ کا اثر ہے؟　　ساقی ہے کون، کچھ خبر ہے؟

وہ بیخود و محو و مست ساقی　　سرشار مے الست باقی

وہ اشرف اولیائے دوراں　　وہ صدر نشین بزم عرفاں

وہ زینت مسند شریعت　　وہ ہادی منزل طریقت

وہ نائب خاتم النبیین　　وہ صاحب عز و جاہ و تمکین

جام وحدت پلانے والا　　بدعات کا وہ مٹانے والا

قانع اللہ کی رضا پر　　حاضر ارشاد مصطفیٰ پر

وہ حامی دیں، امین سنت　　وہ غوث زماں حکیم امت

وہ کون؟ مجدد زمانہ وہ کون؟ محدث یگانہ
اللہ اللہ شان کیا ہے جس نے یہ کہا ہے سچ کہا ہے
خاصان خدا، خدا نباشند لیکن زخدا، جدا نباشند

ہاں ایک نظر ادھر بھی ساقی
کچھ مہرؔ غلام پر بھی ساقی

اب تو اپنا اسے بنا لے اس کی ہستی ترے حوالے
میخانے میں جس قدر ہو مے دے صدقے ان انکھڑیوں کے صدقے
منہ مانگی مراد وصل پائے محروم نہ تیرے در سے جائے
یہ طالب عزت غلامی مقبول حسین بلگرامی
در پہ تیرے پڑا ہوا ہے تیرا صدقہ وہ مانگتا ہے
دے دے کچھ بھیک اس کو دیدے جاگے اس کا نصیب جاگے
گلزار امید میں کھلیں پھول مقبول ہو عرض وصل مقبول

یہ دورؔ یہ میکدہ اب تک
اے تھانہ بھون تجھے مبارک

خانقاہ امدادیہ

جو پہلے حضرات اقطاب ثلاثہ یعنی شیخ المشائخ قطب الاقطاب، غوث وقت، حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی، مہاجر مکی، سلطان العارفین سراج السالکین، حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید تھانوی، اور افضل الفضلاء اکمل الکملاء، حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی قدس اللہ اسرارہم ونور اللہ مرقدہم خلفائے سرتاج اولیاء، شہنشاہ اصفیاء مخدوم العرفاء محترم الاتقیاء حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک جگہ مختلف حجروں میں قیام کی وجہ سے دکان معرفت کہلاتی تھی، اس کی وہ متبرک سہ دری اور وہ مخصوص پر انوار و برکات حجرے جن میں خصوصیت کے ساتھ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ

علیہ کی ایسی مقدس ترین ہستی رونق افروز تھی، جن میں بڑی بڑی عبادتیں، ریاضتیں اور مجاہدات کیے تھے آج بھی روز افزوں ترقیوں کے ساتھ گوناگوں تجلیات سے معمور ہیں۔ خانقاہ شریف کا ذرہ ذرہ آفتاب عالمتاب بنا ہوا ضیاباری کر رہا ہے، حقیقت و معرفت کی شمع آج بھی روشن ہے، اور شریعت و طریقت کا ناپیدا کنار سمندر آج بھی یہاں لہریں لے رہا ہے، طالبان معرفت آتے اور سیراب ہو کر چلے جاتے ہیں، شمع کے گرد پروانوں کا ہجوم ایک عجیب نظارہ ہے، آنے والے کسی وضع قطع کے ہوں ان سے بھی کوئی خشکی نہیں برتی جاتی لیکن زیادہ وقت نہیں گزرنے پاتا وہ بھی اسی رنگ میں رنگ جاتے ہیں، وہ بھی شریعت و طریقت کے دیوانے نظر آتے ہیں۔ ان کو بھی رضائے خداوندی کی دھن ہو جاتی ہے اور وہ بھی عرفان کی منزلوں کو طے کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں نہ ان سے کچھ تعرض کیا جاتا ہے نہ ان کو بطور خطاب خاص کچھ کہا جاتا ہے۔ صرف ایسی گرامی صحبت کے وہ بابرکت لمحات جو بغیر اثر کیے ہوئے نہیں رہ سکتے، کارفرمائی کرتے ہیں۔ میر مجلس کا جاذب نظر و پر اخلاص عمل اور حاضرین کا حسن اعتقاد و ذوق اتباع یہی وہ چیزیں ہیں جو افعال و اعمال کیا، طبائع میں انقلاب پیدا کر دیتی ہیں، ہر قول میں صدق ہر عمل میں حقانیت، ظاہر و باطن میں خلوص، نیتیں پاک ارادے نیک اور ہر ہر قدم پر صراط مستقیم پر چلنے کی خواہش، یہی انداز، اپنا والہ و شیدا بنا لیتے ہیں یہی وہ باتیں ہیں جن پر دنیا مٹی ہوئی ہے۔

جس برگزیدہ ہستی کی ہر ساعت اعلائے کلمۃ الحق میں گزری ہو جس کا ہر نفس احیائے سنت اور تبلیغ شریعت میں صرف ہوا ہو، جس کی ساڑھے سات سو سے زیادہ تالیفات و تصنیفات سے ایک عالم فیضیاب ہو رہا ہو۔ اس کی خدمت کا کیا اندازہ اور شمار ہو سکتا ہے۔ یہی نہیں جس نے اپنی عمر گرامی کا بہت بڑا حصہ درس و تدریس کے علاوہ مواعظ و پند و نصائح، ارشاد و ہدایت، اصلاح نفوس و قلوب میں گزارا ہو کیا ایسی مثال آسانی سے مل سکتی ہے جس نے مشرق و مغرب، شمال و جنوب، ہندوستان کے اطراف و جوانب میں خود جا کر جام شریعت اور ساغر معرفت سے جانے کتنوں کو متوالا بنایا ہو، ایسے ساقی کی کہیں نظیر پائی جا سکتی ہے جو اس کبر سنی میں بھی تعلیم و تلقین کے لئے ہر وقت مستعد اور مریضان معصیت کی مسیحائی کے لئے ہر لحظہ تیار ہو، ایسے عارف، ایسے

ہادی' ایسے رہبر' ایسے محسن' ایسے معالج اور ایسے حکیم کا ثانی کہیں مل سکتا ہے۔

زسرتا ناخن پایت سراسر نازمی بینم کجا حدست حسنت راہنوز آغازمی بینم

حضرت والا کے اسفار

حضرت والا کے بے شمار سفروں میں سے پہلا سفر ۱۳۰۱ھ میں شروع ہوا' اور اخیر سفر غالباً ۱۳۴۳ھ میں ختم ہوا۔ جن لوگوں نے حضرت والا کے سفر کی حالت دیکھی ہے' سفر میں حضرت والا کے ساتھ رہے ہیں ان سے حضرت والا کے اصول سفر پوچھئے' آئین وقواعد دریافت کیجئے۔ معمولی سے معمولی باتوں پر یہ خیال کہ کوئی امر خلاف شریعت نہ ہو اس کی حالت وہی بتا سکتے ہیں۔ سفر میں حضرت اقدس کے فیوض و برکات کی کیفیت دیکھنے والے آج بھی بکثرت موجود ہیں' ان کے مشاہدات آج بھی شہادت دے سکتے ہیں۔

ایک زمانے میں اس خادم کو بھی خوش قسمتی سے ہردوئی سے لکھنؤ۔ کانپور سے قنوج' قنوج سے تھانہ بھون' تھانہ بھون سے دہلی' گورکھ پور سے لکھنؤ' حضرت والا کے ہمراہ سفر کرنے اور خدمت میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ کچھ نہیں کہہ سکتا' کیا دیکھا' کیا پایا' یہ وہ چیزیں ہیں جو بیان میں آ ہی نہیں سکتیں۔ بس من لم یذق لم یدر کا مصداق ہے۔

کیا کہوں میں' کہ میں نے کیا دیکھا کیا بتاؤں کہ میں نے کیا پایا
میں نے دیکھا سفینۂ اسلام میں نے قسمت سے ناخدا پایا
میں نے دیکھا' جمال پر انوار میں نے آنکھوں کو پر ضیا پایا
میں نے دیکھا' جو دیکھنا تھا مجھے میں نے جو کچھ تھا مدعا پایا
میں نے دیکھا فزوں توقع سے میں نے امید سے سوا پایا

ترک سفر

شوال ۱۳۴۳ھ کے بعد سے حضرت والا نے سخت مجبوریوں' کبرسنی اور ضعف کے باعث ترک سفر کا مصمم عزم فرمالیا اور کسی صورت میں کسی کی درخواست منظور نہیں فرمائی۔ لیکن پھر بھی اپنی ذاتی ضرورتوں اور اپنی وجہ سے دوسروں کو تکلیف سے بچانے کے لئے چار مرتبہ سفر کی زحمت گوارا کرنا پڑی۔

سفر سہارنپور

پہلا سفر غالباً ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ اور دوسرا ۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ کو سہارنپور تک ہوا۔ ان دونوں سفروں کی غرض یہ تھی کہ حضرت کے بڑے بھانجے مولوی سعید احمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی جو جناب چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کے بطن سے ہیں اور جواب گویا حضرت والا ہی کی صاحبزادی ہیں اور حضرت والا پر ان کے حقوق پدرانہ و بزرگانہ ہیں، مولوی جمیل احمد صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے منسوب ہیں ان کو ایک مرتبہ سفر حج کے سلسلے میں سہارنپور تک پہنچانے کے لئے اور دوسری مرتبہ سہارنپور سے لانے کے لئے صرف ان کی خاطر سے بغایت شفقت و محبت تکلیف گوارا فرمائی۔ یہ دونوں مختصر اتفاقی اور فوری سفر اس طرح شروع اور ختم ہوئے حسب عادت گرامی ان سفروں میں بھی رموز معرفت، اسرار حقیقت اور نکات طریقت کی گہرباری ہوئی اور خوش قسمتوں نے دامن مراد کامیابی کے موتیوں سے بھر لئے۔

بنائے سفر لاہور

ان دونوں سفروں کے بعد تیسرا سفر ہوا جو درحقیقت اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت والا کو عرصے سے معدے کی شکایت چلی جاتی تھی۔ جس سے غذا کم ہوگئی تھی اور جس قدر ہوتی تھی وہ بھی ہضم نہ ہوتی تھی۔ چونکہ دانت اوپر کے اور بعض نیچے کے ٹوٹ گئے تھے اس لئے خیال ہوا کہ شاید غذا پورے طور پر سے چبتی نہ ہو اور اس وجہ سے ہضم میں فتور ہو کر معدہ خراب ہوگیا ہو۔ دانت بنوانے کا خیال ہوا۔ حضرت والا کے مخلص خادم ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب جو اس فن میں مہارت تامہ اور نہایت کمال رکھتے ہیں اور لاہور میں ایک مشہور و تجربہ کار دندان ساز ہیں ان سے دانت بنوانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ میرے لئے یہ خدمت باعث سعادت و خوش قسمتی ہے، اور اگرچہ دانت بنانے کے لئے جن آلات اور مشینوں کی ضرورت ہوگی وہ تھوڑی سی دقت سے تھانہ بھون میں بھی لائی جاسکتی ہیں لیکن ان میں بجلی سے کام لیا جاتا ہے اور تھانہ بھون میں بجلی ہونے کے باوجود حضور کے یہاں بجلی کی فٹنگ نہیں ہے نیز لاہور سے تمام سامان کا لانا بھی مشکل ہے اور اگر لایا بھی گیا پھر بھی پورے طور پر سے کل ضروریات پوری نہ ہوسکیں گی اور وہ سہولتیں جو وہاں

ممکن ہیں تھانہ بھون میں بہم نہ ہو سکیں گی۔ اگر کسی وقت حضور والا لاہور کا سفر فرمائیں تو سب سے بہتر ہوگا۔ دانت بننے کے علاوہ میرے لئے باعث برکت ہوگا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ حضور کی غیور اور بااصول طبیعت ہی نے یہ گوارا نہیں فرمایا کہ اپنے ذاتی کام کے لئے دوسروں کو تکالیف دی جائے بلکہ یہ طے فرمایا کہ مجھے خود وہاں جانا اور کل خرچ برداشت کرنا چاہیے یہاں تک کہ کھانے کا صرف اور دانتوں کی اصل لاگت بھی میرے ہی ذمہ ہو۔ اس خیال کی بناء پر حضور نے وہاں تشریف لے جانا منظور فرمایا' لیکن اس خیال و گفتگو کو دو سال ہو گئے چونکہ ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور بغیر اس وقت کے کام کا ہونا غیر ممکن اب دو سال کے بعد وہ وقت آ گیا اور سفر کی تیاریاں ہونے لگیں۔

تھانہ بھون سے روانگی اور رفقائے سفر

۲۹ صفر ۱۳۵۷ھ بمطابق ۳۰ اپریل ۱۹۳۸ء کو بروز شنبہ صبح کی گاڑی سے بقصد لاہور تھانہ بھون سے سہارن پور کو روانگی ہوئی۔ یہاں سے ہمراہی میں حضرت والا کے بھتیجے جناب مولوی شبیر علی صاحب اور شیخ فاروق احمد صاحب (متوطن لندن) تھے۔ جنہوں نے ابھی دو سال ہوئے اسلام قبول کیا جس کی بڑی وجہ منجملہ دیگر کتب تصوف و تذکرہ ہائے اولیائے کرام کے مطالعہ کے جو ترجمہ ہو کر انگریزی عین موجود تھے۔ حضرت والا کی تصنیفات کا مطالعہ بھی تھا' جن کا ترجمہ انگریزی میں ہو گیا تھا اور ان کو لندن میں دستیاب ہو سکی تھیں۔ شیخ فاروق احمد صاحب کو حضرت والا کی زیارت کا شوق پیدا ہوا خدا نے ذرائع پیدا کر دیئے اور وہ ہندوستان آئے اور ریاست بہاولپور میں مقیم ہوئے وہاں سے وہ اپنے دل میں قدیم اسلام کی معاشرت و تمدن' اسی زمانے کی تعلیم' عمل و تربیت دیکھنے کے جذبات لئے ہوئے تھانہ بھون حاضر ہوئے۔ خیال تھا کہ وہ اپنے وطنی اور قومی لباس میں ملبوس ہوں گے۔ وہیں کی وضع قطع ہوگی۔ سوٹ' بوٹ ہوگا۔ ہیٹ ہوگی داڑھی صاف اور معاشرت انگریزی ہوگی۔ لیکن جب ان کا نورانی چہرہ سامنے آیا اور وہ اپنے مجسمے کے ساتھ نمودار ہوئے تو معلوم ہوتا تھا کہ آسمان خانقاہ امدادیہ کے درخشاں ستارے ہیں۔ وہی وضع و قطع' وہی لباس جو یہاں کا ایک تعلیم یافتہ نئی روشنی والوں میں بھی اختیار کر سکتا ہے۔ سر پر

ترکی ٹوپی، بجائے قمیص کے کرتہ، بجائے کوٹ کے شیروانی، بجائے پتلون کے شلوار، اور بجائے بوٹ یا شو کے پنجابی نوکدار جوتا تھا۔ داڑھی نکل نکل کر چہرے کو نور علی نور بنا رہی تھی۔ ان کے چمکتے اور خوبصورت چہرے کو دیکھ کر زیادہ سے زیادہ بہت غور وفکر کے بعد یہ کہا جا سکتا تھا کہ شاید یہ ترک ہوں اور ہندوستان میں مدت سے رہنے کی وجہ سے ایسا لباس اختیار کر لیا ہو۔ مگر ان میں بجز زبان اور لہجے کے کوئی بات ایسی نہیں معلوم ہو سکی جس سے یہ کہا جا سکتا کہ یہ لندن کے باشندے ہیں۔ خانقاہ امدادیہ کے برکات نے ترکی ٹوپی بھی چھڑا دی اور بجائے ترکی ٹوپی کے وہ ہندوستانی دوپلی ٹوپی پہننے لگے بجائے معمولی کرتے کے ان کو نیچا اور ڈھیلا کرتا پسند آیا، جو شیروانی کا کام بھی دیتا تھا، خیال تھا کہ وہ ہندوستانی مکانوں بالخصوص مدرسوں اور خانقاہوں کے اجابت خانوں میں جانا پسند نہ کرتے ہوں گے۔ ان کی عادت کے خلاف ہوگا اور ان کو تکلیف ہوگی۔ اس لئے ان کے لئے ایسا مکان تجویز کیا گیا جس میں انگریزی اور ہندوستانی دونوں قسم کی معاشرت کا سامان موجود تھا لیکن جب وہ آئے تو پہلے ان کو وہ مکان اور پھر خانقاہ کے حجرے اور اجابت خانے بھی دکھائے گئے لیکن انہوں نے کسی طرح اس مکان میں ٹھہرنا پسند نہیں کیا بلکہ خانقاہ ہی کے حجرے کو اپنے لئے باعث برکت قرار دیا۔ لیکن مستقل قیام کے خیال سے بعد کو جناب مولوی شبیر علی صاحب کے مکان کے کمرے میں منتقل ہو گئے' کھانا بالکل ہندوستانی نہ کانٹا نہ چھری نہ میز نہ کرسی وہی زمین یا تخت، وہی چٹائی یا فرش، غرض جو ادا تھی خاکساری، منکسر المزاجی، نیک نفسی اور پاکیزہ خیالی کا مکمل نمونہ تھی۔ ان کے جذبات کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے لکھنؤ رہنا صرف اس وجہ سے پسند نہیں کیا کہ وہاں کا تمدن لندن کی طرح پایا، وہی بے پردگی، وہی بے باکی، وہی آزادی، وہیں سے ملتی جلتی معاشرت، آخر شیخ فاروق احمد صاحب کو لکھنؤ چھوڑنا پڑا اور تھانہ بھون ایسے قصبے میں جہاں روزمرہ کی ضرورتوں کے کل سامان بھی نہ مل سکتے ہوں رہنا منظور کیا۔ باوجود اردو فارسی اور عربی نہ جاننے کے صرف حضرت والا کی مجلس گرامی میں حاضری دینے، حضور کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کانوں میں پڑنے حضور کے رخ انور پر نظر جانے اور باطنی توجہ اور فیوض و برکات کے اثر سے جس قدر ان کو تسکین ہوئی اور استفادہ

حاصل ہوا اس کی کیفیت وہ خود ہی بیان کر سکتے ہیں۔ مجھ سے نہ ان کے جذبات کی صحیح ترجمانی ہو سکتی ہے اور نہ میرے قلم سے ان کے پرذوق الفاظ ادا ہو سکتے ہیں۔ ان کے زمانہ قیام میں ان کے خیالات ان کے احساسات ان کے جذبات اور کیفیات اور مختلف سوالات کا اظہار حضرت والا سے کیا گیا اور حضرت والا کے جوابات اور ملفوظات کی ان سے ترجمانی کی گئی' اس سے جو ان کو فوائد حاصل ہوئے اور مفید نتائج مترتب ہوئے وہ حیطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ نہ شیخ فاروق احمد صاحب ہی اس وقت موجود ہیں جن سے یہ کام لیا جاتا۔

سہارنپور میں ورود مسعود

غرض جناب مولوی شبیر علی صاحب اور شیخ فاروق احمد صاحب حضرت والا کے ہمراہ تھانہ بھون سے سہارن پور روانہ ہوئے اس کا شروع ہی سے انتظام کیا گیا تھا کہ حضور والا کی تشریف آوری کی خبر عام نہ ہونے پائے۔ اس لئے اسٹیشن پر پہنچتے ہی حضرت اقدس اپنے بھتیجے حامد علی صاحب اور محمود علی صاحب کے ہمراہ جو اسٹیشن پر استقبال کے لئے موجود تھے' مع اپنے دونوں ہمراہیوں کے موٹر میں بیٹھ کر براہ راست حامد علی صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔

مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم میں رونق افروزی

وہاں سے محمود علی صاحب کے مکان پر ہوتے ہوئے مدرسہ مظاہر العلوم قدیم میں قدم رنجہ فرمایا۔ حضور والا کا یک بیک بغیر اطلاع وہاں پہنچ جانا ایک عجیب حیرت افزا اور سراپا مست منظر تھا۔ یکبارگی تمام مدرسہ شوق زیارت میں بے تاب ہو کر حضور کے گرد جمع ہو گیا۔ جس نے سنا وہ والہانہ انداز سے دوڑتا ہوا آیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پوشیدہ مقناطیسی کشش کارفرما ہے۔ حضرت اقدس کے مجاز طریقت جناب مولوی اسعد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم کا بیان ہے کہ وفور شوق سے دوڑنے والے حضرات میں معتدبہ حصہ ان حضرات کا تھا جو حضرت والا کے سیاسی مسلک کے مخالف ہیں۔ مگر ان کا طرز عمل بتا رہا تھا کہ وہ حضرت اقدس کی زیارت اور دست بوسی کے اشتیاق و احترام میں کسی مخلص سے پیچھے نہیں ہیں۔ غرض آناً فاناً مشتاقان زیارت کا اس قدر ہجوم ہو گیا کہ مدرسہ قدیم کی عمارت ناکافی ثابت ہونے لگی اور یہ حالت تو جب تھی کہ حضرت والا کے قدم رنجہ فرمانے کی خبر کو مخفی رکھا گیا

تھا۔ پھر تو مجمع اس قدر بڑھ گیا کہ حضرت والا تک پہنچنے کا راستہ ملنا دشوار ہو گیا اور جس کو مجمع سے گزر کر خوش قسمتی سے رسائی ہو جاتی تھی اور حضرت والا تک پہنچتا جاتا تھا حضرت والا برابر مصافحہ فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ بہت دیر ہو گئی اور حضرت والا برابر دست مبارک کو اٹھائے رہے۔ حضرت والا کے قریب جو حضرات تھے خصوصاً جناب مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور محسوس فرمارہے تھے کہ حضرت والا کو کتنی دیر ہو گئی ہے کہ برابر ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور لوگ ہیں کہ برابر مصافحہ کرنے کی برکت حاصل کر رہے ہیں، کوئی چومتا ہے کوئی آنکھوں سے لگاتا ہے جس سے حضرت والا کو یقیناً تکلیف ہو رہی ہے۔ چنانچہ جناب ناظم صاحب ممدوح نے نو وارد اصحاب سے فرمایا کہ آپ لوگ اب صرف ملاقات و زیارت پر اکتفا کریں۔ مصافحے سے مجمع کو بھی پھاندنا پڑتا ہے اور حضرت والا کو بھی تکلیف ہو رہی ہے، لیکن حضرت والا نے فرمایا کہ نہیں نہیں، میری وجہ سے کسی کو منع نہ کیا جائے، یہ حضرات میری محبت سے آئے ہیں، غرض سلسلہ بند نہ ہوا اور بہت دیر ہو گئی۔ جناب ناظم صاحب سے حضرت والا کی تکلیف کسی طرح دیکھی نہ گئی اور مصافحہ کرنے والوں کو روکا۔ حضرت والا مدظلہ نے ضعف تکلیف کے باوجود نہایت شفقت سے فرمایا کہ نہیں کسی کو روکا نہ جائے۔ میری محبت ان کو لے آئی ہے اور میں یہاں ملنے ملانے ہی کو تو آیا ہوں۔ عرض کیا گیا کہ حضرت کتنی دیر ہو گئی حضرت والا کو تکلیف ہوتی ہوگی۔ فرمایا کیا احباب سے ملنے میں بھی تکلیف ہوتی ہے یہاں اور کام ہی کیا ہے۔ تھانہ بھون میں تو دوسرے مشاغل ہوتے ہیں اس لئے وہاں انضباط اوقات ضروری ہے ورنہ کوئی بھی کام نہ ہو سکے یہ جو اتنا کام ہو گیا ہے وہ انضباط اوقات ہی کی بدولت ہو گیا ہے اور یہاں مجھے دوستوں سے ملنے ملانے کے سوا کام ہی کیا ہے اس لئے کسی کو روکنا مناسب نہیں۔

جدید دارالطلبہ کا معائنہ اور دعا

اہل مدرسہ کی یہ بھی خواہش تھی کہ آنے والوں کا سلسلہ ختم ہو تو جدید دارالطلبہ جو زیر تعمیر ہے اور اس کی مسجد میں جو تقریباً مکمل ہو چکی ہے حضرت والا کو لے جا کر دعا کرائی جائے لیکن آنے والوں کا سلسلہ کسی طرح ختم نہ ہوتا تھا اور نہ امید تھی کہ جلد ختم ہوگا۔ سہارنپور سا بڑا

شہر جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ یہاں کے مسلمان عموماً دیندار اور علماء سے محبت وعقیدت رکھنے والے ہیں ایک محلے سے دوسرے محلے میں اطلاع پہنچی کہ لوگوں نے دوڑنا شروع کیا جو جس حالت میں تھا اسی طرح روانہ ہوگیا۔ اور یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت والا آج دو بجے دن کی گاڑی سے لاہور تشریف لے جانے والے ہیں اس لئے لوگوں نے آنے میں اور بھی عجلت کی اب مجمع کی حالت دیکھنے کے قابل تھی بہت سے اصحاب بیٹھے تھے زیادہ تعداد میں مجمع استادہ تھا' ایک جماعت پروانہ وار شوق دیدار میں سرگرداں تھی۔ مدرسہ کا تقریباً ہر طالب علم اور ہر ملازم حاضر تھا گویا حضرت والا کے تشریف لانے کی خبر تعطیل کا اعلان تھا۔ خلقت تھی کہ اُمڈی چلی آتی تھی۔ مجمع کو برابر بڑھتے ہوئے اور وقت کی قلت کو دیکھ کر اہل مدرسہ کی طرف سے جناب ناظم صاحب نے بیک وقت دو درخواستیں پیش کیں ایک یہ کہ حضرت والا جدید دارالطلبہ اور مسجد کی تعمیر کو ملاحظہ فرمالیں وہاں کی سرزمین کو مشرف فرمانا گوناں گوں برکات کا باعث ہوگا۔ دوسرے یہ کہ بجائے دو بجے دن کی گاڑی کے' بعد مغرب طوفان میل سے تشریف لے جائیں۔ اس لئے کہ دو بجے کی گاڑی میں نہایت سخت گرمی ہوگی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مولوی شبیر علی سے مشورہ کرلیا جائے لیکن اس کا خیال رہے کہ لاہور کے لوگ اسی گاڑی سے انتظار کریں گے اور ان نئی عمارتوں کے دیکھنے کو میرا بھی جی چاہتا ہے چنانچہ اسی حالت میں کہ مصافحے کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت والا پاپیادہ تشریف لے چلے اور راستے میں بھی مصافحہ ہوتا رہا۔ ہجوم کی وجہ سے وہاں تک پہنچنے میں بھی کافی دیر ہوگئی۔ اصحاب مدرسہ کے علاوہ حضرت کے ہمراہ جناب مولوی شبیر علی صاحب' شیخ فاروق احمد صاحب (متوطن لندن) اور مولوی منفعت علی صاحب ام' ال' اے ایڈوکیٹ' حامد علی صاحب اور دیگر معزز حضرات بھی تھے' یہاں بھی ہجوم کی وہی حالت تھی بلکہ زیادہ ترقی پر تھا۔ کیونکہ جس قدر زیادہ خبر ہوتی جاتی تھی اسی قدر ہجوم بڑھتا جاتا تھا۔ حضرت والا دارالطلبہ جدید جب تشریف لے گئے ہیں اس وقت تک اس کا صدر دروازہ اور اس کے متصل جنوب کی طرف دو حجرے قریب قریب مکمل ہو چکے تھے اور مسجد کی ڈاٹ لگ چکی تھی۔ ان عمارتوں کو ملاحظہ فرما کر حضرت والا نے دلی مسرت کا اظہار فرمایا اور محراب مسجد کے

سامنے تھوڑی دیر ٹھہر کر مسجد و دارالطلبہ کی تکمیل اور مدرسہ کی ترقی کے لئے دعا فرمائی۔ مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور آنے والے تھے کہ برابر آ رہے تھے۔ جناب مولوی شبیر علی صاحب مع چند مدرسین مدرسہ کے مسجد کے شمالی جانب مشورہ کر رہے تھے کہ کونسی گاڑی لاہور جانے کے لئے مناسب ہوگی۔ حضرت والا نے جناب مولوی شبیر علی صاحب سے فرمایا کہ بھائی جو رائے طے ہو جائے مجھے اطلاع کر دو۔ اگر چہ اہل مدرسہ کی یہی خواہش تھی کہ کوئی ایسی گاڑی تجویز کی جائے کہ یہاں زیادہ قیام کا موقع مل سکے اور ایسی گاڑی بعد مغرب ہی کی ہوسکتی تھی اور اس میں یہ بھی نفع تھا کہ اس وقت گرمی بھی کم ہوگی۔ لیکن چونکہ اس گاڑی میں ہجوم بہت ہوتا ہے دوسرے لاہور پہلی گاڑی سے آنے کی اطلاع دی جا چکی تھی اگر چہ بعض حضرات کی رائے ہوئی کہ تار دے دیا جائے لیکن ایک انتظام کے بعد اس کے تغیر میں منتظمین کو تکلیف ہی ہوتی ہے اس لئے یہی طے ہوا کہ دو بجے دن ہی کی گاڑی سے سفر کیا جائے۔ چنانچہ مولوی شبیر علی صاحب نے حضرت والا کو اطلاع کر دی کہ دوپہر ہی کو روانگی ہو گی۔ حضرت والا نے یہ سن کر فرمایا کہ بہتر آرام تسلیم وانقیاد ہی میں ہے۔

دعا ختم ہو چکی تھی۔ وقت روانگی کا بھی تعین ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر تعمیر کی تعریف اور اس کے متعلق کچھ باتیں ہوتی رہیں پھر وہاں سے واپسی کا قصد فرمایا اس درمیان میں وہ طلباء اور وہ اصحاب سہارنپور جن کو بعد میں خبر ہوئی زیارت کے لئے پہنچ چکے تھے اور منتظر تھے کہ حضرت والا مسجد سے باہر تشریف لائیں تو مصافحہ کریں۔ مجمع کی زیادتی کو دیکھ کر جناب ناظم صاحب کو خیال ہوا کہ باہر آنے میں یقیناً تکلیف ہوگی حضرت والا کو تکلیف سے بچانے کے لئے محراب سے لے کر مسجد کے درمیانی دروازے تک حضرت والا کے لئے ایک راستہ بنالیا اور دونوں طرف اپنے رفقاء کو کھڑا کر کے ہدایت کر دی کہ درمیان میں کوئی مصافحہ وغیرہ کے لئے نہ آنے پائے اور خود بھی حضرت والا کے قریب قریب رہے لیکن جو لوگ دیر سے مصافحے کے منتظر کھڑے تھے ان سے کب صبر ہوسکتا تھا جبکہ اس عمل میں غلو سے کام لیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے حضرات نے اس راستے میں حائل ہوکر مصافحہ کیا۔ ناظم صاحب نے لوگوں کو منع کرنا چاہا مگر حضرت نے فرمایا کہ روکئے نہیں' جانے دیجئے' عرض کیا

گیا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضرت والا کو تکلیف ہو رہی ہے اور لوگ ہیں کہ نہیں مانتے اور نہ کچھ سنتے ہیں یہ بھی کوئی انسانیت اور تہذیب ہے۔

منتظم نرم نہیں ہو سکتا

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ دیکھئے جس کے سپرد انتظام ہوتا ہے اس کو سختی کرنا ہی پڑتی ہے بغیر اس کے کام نہیں چلتا جو لوگ مجھ کو سخت کہتے ہیں اب دیکھیں حقیقت میں میں سخت ہوں یا نرم حالانکہ حافظ صاحب بیچارے بہت نرم ہیں لیکن انتظام کے لئے ان کو سختی کرنا پڑ رہی ہے۔ کوئی اجنبی آدمی اگر دیکھے تو اس کو تعجب ہوگا کہ جس کی نسبت مشہور ہے کہ بہت سخت ہے کتنا نرم ہے اور جو نرم ہیں وہ سختی کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جب تک میں تھانہ بھون میں ہوں وہاں کے انتظام اور کام کا تعلق مجھ سے ہے اگر میں سختی نہ کروں تو کچھ بھی کام نہ کر سکوں اور یہاں ملنا ملانا یہی کام ہے۔ اس لئے سختی کی ضرورت نہیں۔ نرم ہوں' اور ناظم صاحب چونکہ یہاں کے منتظم ہیں۔ اس لئے وہ یہاں بہت سخت معلوم ہوتے ہیں۔ غرض کہ مسجد سے نکل کر باہر تشریف لائے تھوڑے ہی فاصلے پر موٹر کھڑی تھی۔ سوار ہو کر حکیم خلیل احمد صاحب کے یہاں ہوتے ہوئے حامد علی صاحب کے مکان پر تشریف لے آئے جہاں پردے کا انتظام کر کے مردانہ حصہ علیحدہ کر لیا گیا تھا۔ زائرین وہاں بھی پہنچ گئے۔ اس مکان کے قریب ہی ایک بی بی صاحبہ رہتی ہیں حضرت سے بیعت بھی ہیں۔ ان کی پر خلوص درخواست پر تھوڑی دیر کے لئے ان کے مکان کو بھی اعزاز بخشا' وہاں سے آ کر کچھ دیر زائرین کو زیارت سے مشرف فرمایا۔ مجمع یہاں زیادہ نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اکثر لوگ یہ سمجھ کر لوٹ گئے تھے کہ زنانہ مکان ہے اس میں باریابی نہیں ہو سکتی۔ اب اسٹیشن ہی پر ملاقات ہو سکے گی۔ ان لوٹنے والوں کو جو راستے میں ملا اس کو وہ یہی کہہ کر لوٹا لے گئے۔

اب حضرت والا کو ذرا سکون ملا۔ تفریح کے طور پر مختلف امور کا تذکرہ رہا۔ مخلصین کے ذوق و شوق ان کے مصافحے اور جناب ناظم صاحب کے حسن انتظام وغیرہ کا ذکر فرماتے رہے۔ مولوی ظہور الحسن صاحب معین المدرسین مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے استفسار پر

اس سفر کی ضرورت کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں تھانہ بھون میں ضروری انتظامات تو سب کر آیا ہوں مگر عام اطلاع وہاں بھی نہیں ہوئی۔ اعزہ میں سے جن کو اطلاع ہو گئی تھی ان میں سے بعض مستورات کل آ گئیں۔ کہنے لگیں کہ آپ نے بہت لمبے لمبے سفر کئے ہیں لیکن کبھی تشویش نہیں ہوتی تھی اور اس سفر سے تو دل بھر بھر آ تا ہے۔ اس تذکرے سے حضرت والا سے عقیدت و محبت رکھنے والے جو وہاں موجود تھے بے چین ہو گئے۔ اور دل ہی دل میں حضرت کی صحت و عافیت اور بخیریت واپس آنے کی دعائیں مانگنے لگے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ان شاء اللہ آئندہ جمعہ لاہور سے لوٹ کر تھانہ بھون ہی میں پڑھنے کا ارادہ ہے۔ اس لئے سفر شنبہ کو شروع کیا ہے۔ مولوی ظہور الحسن صاحب نے بے تاب ہو کر ارادہ کر لیا کہ مجھ کو بھی حضرت کی معیت میں جانا چاہیے لیکن تردد یہ تھا کہ کہیں حضرت والا کے مصالح کے خلاف نہ ہو اور میزبان پر میرا کوئی بار نہ پڑے کیونکہ عموماً ایسا شخص جو مہمان کے ہمراہیوں کو علیحدہ انتظام کی اجازت دے دے کم حوصلہ سمجھا جاتا ہے۔ اول تو اس کی کم امید ہوتی ہے کہ وہ ایسی اجازت دیدے۔ ایسی حالت میں عموماً میزبان کو تکلیف ہوتی ہے اور حضرت والا اس کا جس قدر اہتمام فرماتے ہیں اس کی کم از کم میرے علم و خیال میں فی زمانا کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔ مولوی ظہور الحسن صاحب اسی خیال میں تھے کہ حضرت والا کھانا تناول فرمانے کے لئے اندر تشریف لے گئے اس کے بعد کچھ دیر آرام فرمایا اور یہ طے ہوا کہ ایک بجے اسٹیشن پر روانگی ہو گی اور اسٹیشن ہی پر نماز ظہر پڑھی جائے گی۔ اب حاضرین سب اپنے اپنے مکانوں پر واپس گئے اور حضرت والا مع اپنے ہمراہیوں کے ایک بجے اسٹیشن پر پہنچ گئے اور وہیں اسٹیشن کی مسجد میں نماز ادا کی۔ مولوی جمیل الحسن صاحب خلف حافظ عنایت علی صاحب لودھیانوی نے مولوی ظہور الحسن صاحب سے مشورہ لیا کہ میں حضرت والا کے سفر کی اطلاع تار سے اپنے والد صاحب کو لودھیانہ دیدوں۔ مولوی صاحب ممدوح نے حضرت والا کی راحت اور مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو اس ارادے سے منع کیا۔ اسٹیشن پر پہنچ کر جناب مولوی ولی محمد صاحب بٹالوی (مدرس زیر رخصت مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور) حال ناظم مدرسہ محمدیہ رنگون نے اپنے اور مولوی ظہور الحسن صاحب نیز

مولوی حافظ سلیمان صاحب ابن داؤد ہاشم صاحب رنگونی طالب علم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے ہمراہ جانے کی اجازت حضرت والا سے طلب کی حضرت والا نے ان امور کے متعلق معلوم فرما کر کہ قیام وطعام کا کیا انتظام ہوگا۔ بطیب خاطر اجازت عطا فرمادی اوراس طرح ہمراہیوں میں حضرت والا کے بھتیجے یعنی جناب مولوی شبیر علی صاحب کے بھائی حامد علی صاحب اوران ہر سہ حضرات مذکورۂ بالا کا اوراضافہ ہوا۔

سہارنپور سے لاہور کو روانگی

اسٹیشن پر بہت کافی ہجوم ہو گیا تھا۔ منجملہ اور حضرات کے اتفاق سے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے جناب مُحو میاں صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت والا کو جیسے ہی علم ہوا فوراً بلالیا۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے کچھ دیر تک ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ مولوی فیض الحسن صاحب رئیس سہارنپور نے اپنے جوش عقیدت میں برف اور صراحی نیز شربت کے لئے خاص قسم کے بنے ہوئے اولے پیش کئے۔ حضرت والا نے ان کی محبت سے متاثر ہوکر اظہار مسرت فرمایا اور گاڑی دو بجے دن کے سہارنپور سے روانہ ہوگئی۔

اب حضرت والا کے رفقائے سفر کی تعداد چھ ہوگئی تھی یعنی (۱) جناب مولوی شبیر علی صاحب (۲) شیخ فاروق احمد صاحب (۳) حامد علی صاحب (۴) مولوی ظہور الحسن صاحب (۵) مولوی ولی محمد صاحب بٹالوی (۶) مولوی حافظ سلیمان صاحب رنگونی۔ ہمیشہ کے معمول کے مطابق حضرت والا مع اپنے ہمراہیوں کے تیسرے درجے میں سفر کررہے تھے حضور والا کی برکت سے ایک ایسا ڈبہ مل گیا تھا جو گومختصر تھا مگر آرام دہ' مسافر بھی کم تھے۔ چند ہندو اور ایک مسلمان اور باقی ڈبے میں حضرت والا اور حضرت کے ہمراہی۔ یہ مسافر مراعات سے پیش آتے تھے۔ حسب معمول سفر نماز باجماعت ہوتی تھی لیکن قبلہ کا رخ اور ڈبے کی ساخت کچھ ایسی تھی کہ ساتوں آدمی ایک دفعہ جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ بلکہ یکے بعد دیگرے دو جماعتیں ہو جاتی تھیں۔

چند مصالح کی بناء پر حضرت والا نے روانگی سے پہلے اہل پنجاب' عوام وخواص سب پر

اس سفر کے مخفی رکھنے کا خاص اہتمام فرمالیا تھا۔ صرف ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب کو لاہور اور ان کی وساطت سے جناب مولوی محمد حسن صاحب کو جو حضرت کے مجاز طریقت بھی ہیں اور مدرسہ نعمانیہ واقع مسجد شیخ خیر الدین صدر مدرس بھی مطلع کر دیا گیا تھا' اور ساتھ ہی اشاعت وان شاء کی بتاکید ممانعت فرمادی گئی تھی مگر عادۃ اللہ یونہی جاری ہے۔ کہ حق سبحانہ تعالیٰ جن اولیاء اللہ کے سپرد خلق کی خدمت فرمادیتے ہیں اور جن کی زیارت کے انوار سے ہزاروں دلوں کو منور اور جن کے دریائے فیض سے ہر جگہ نہریں جاری فرماکر اطراف عالم کو سیراب فرمانا چاہتے ہیں ان کی نقل وحرکت کو اپنی مرضی خاص کے ماتحت رکھ کر عجب وشہرت پسندی سے محفوظ رکھتے ہوئے، غیبی طور پر اظہار فرمادیتے ہیں۔ کیونکہ ایسے اولیاء اللہ کا وجود باوجود خلق خدا کے لئے باعث برکت اور سراپا رحمت ہوتا ہے اور ارحم الراحمین کسی طرح خلقت کو اپنی رحمتوں سے محروم رکھنا نہیں چاہتے۔ چنانچہ حضرت والا اخفائے سفر کا اہتمام فرماتے ہوئے مع اپنے رفقاء کے جب سہارنپور سے روانہ ہوئے تو باوجود مولوی ظہور الحسن صاحب کے روکنے کے مولوی جمیل الحسن صاحب طالب علم نے جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے اپنے والد ماجد حافظ عنایت علی صاحب کو لودھیانہ تار دے دیا کہ حضرت والا اس گاڑی سے لاہور تشریف لئے جارہے ہیں۔

لودھیانہ اسٹیشن

چھ بجے شام کو جب لودھیانہ اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تو دیکھا کہ حافظ عنایت علی صاحب مع چند دیگر رفقاء کے گاڑی تلاش کر رہے ہیں حتیٰ کہ حضرت والا کے قریب پہنچ گئے اور مشرف بزیارت ہوئے۔ سب کو بہت تعجب ہوا دریافت کرنے پر مولوی جمیل الحسن صاحب کے تار کا حال معلوم ہوا۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہا بھی تار پہنچا ہے چونکہ تار پر پورا اطمینان نہیں تھا اس لئے میں نے اس خبر کی اشاعت نہیں کی۔ بس چار پانچ آدمی آ گئے یہاں گاڑی معمول سے زیادہ ٹھہری۔ تھوڑی دیر میں دوسرے ڈبوں سے نکل نکل کر مسافر آنا شروع ہوئے۔ معلوم ہوا کہ ان سے کسی ہمدرد نے کہہ دیا کہ حضرت والا مدظلہم العالیٰ اس گاڑی سے سفر فرمارہے ہیں۔ یہ لوگ سرہند کے عرس سے واپس آرہے تھے حضرت والا ہر ایک سے دریافت فرماتے رہے کہ کہاں جاؤ گے! سب لوگ مختلف مقامات پر جانے والے تھے ان میں دو ایک ایسے بھی نکلے جو خاص لاہور جارہے تھے۔

اخفائے سفر کی تاکید

حضرت والا نے ان سے فرمایا کہ دیکھو لاہور میں کسی سے نہ کہنا کہ میں یہاں آیا ہوں۔ اگر تم نے کہا تو تمہیں گناہ ہوگا۔ اس لئے کہ تمہاری اطلاع پر لوگ میرے پاس آئیں گے اور ہجوم سے مجھے تکلیف ہوگی۔ اور مسلمان کو تکلیف پہنچانا گناہ ہے۔ وہ بیچارے یہ سن کر متحیر ہو گئے۔ انہوں نے ایسا واقعہ غالباً عمر بھر بھی نہ دیکھا ہوگا۔ کیونکہ عموماً پیروں میں یہ عادت ہے کہ جہاں جاتے ہیں اپنے قیام کی اشاعت کرتے ہیں اور جو لوگ شہرت دیتے ہیں ان کے ممنون ہوتے ہیں اور یہاں معاملہ بالکل برعکس تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ ہی حضرت والا نے حافظ عنایت علی صاحب سے بھی اخفا کی تاکید فرما دی۔

جالندھر کا اسٹیشن

وہاں سے گاڑی روانہ ہو کر غالباً پونے آٹھ بجے شب کو اسٹیشن جالندھر شہر پر پہنچی۔ مگر چونکہ وہاں اخفائے سفر کا اہتمام کافی طور سے تھا۔ اس لئے کوئی نہ پہنچ سکا' حالانکہ شہر جالندھر میں حضرت والا کے رفقاء و متبعین اور خدام کی ایک کافی تعداد موجود ہے' بالخصوص حضرت والا کے خاص مجاز طریقت جناب مولانا مفتی خیر محمد صاحب ناظم و صدر مدرس مدرسہ خیر المدارس کی ذات ستودہ صفات کی وجہ سے رفقاء کی تعداد میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔ حضرت والا نے جب اپنے کسی رفیق کو اسٹیشن پر نہیں دیکھا تو اپنے اخفائے سفر کے اہتمام کی کامیابی پر اظہار مسرت فرمایا۔

امرتسر کا اسٹیشن' مولانا عرفان صاحب کا ایک خواب

اب گاڑی جالندھر سے روانہ ہو کر ساڑھے آٹھ بجے شب کے قریب امرتسر اسٹیشن پر پہنچی۔ اس سفر لاہور (پنجاب) سے صرف تین چار دن پہلے جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کے بھتیجے مولوی محمد عرفان صاحب نے جن کو حضرت والا کے پنجاب تشریف لانے کی خبر تو کیا' مطلق گمان بھی نہ تھا' خواب میں دیکھا کہ

''حضرت والا ایبٹ آباد تشریف لئے جا رہے ہیں' جس ٹرین پر حضرت والا سوار ہیں' وہ نہایت ہی خوبصورت ہے اور وہ ڈبا جس میں بذات خاص حضرت اقدس رونق افروز ہیں حد

سے زیادہ آراستہ ہے اس ڈبے کے باہر بلندی پر ایک بہت ہی خوشنما تختہ لگا ہوا ہے، جس پر جلی قلم سے لکھا ہے" کہ صرف مولوی محمد حسن صاحب کو ملاقات کی اجازت ہے اور کسی کو نہیں۔"

اس خواب کے تین چار دن بعد ہی حضرت والا کے اس سفر سے مولوی محمد عرفان صاحب کو اس خواب کی عینی اور بالمشاہدہ تعبیر مل گئی اور جب حضرت والا سے یہ خواب بیان کیا گیا تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ ان کے خلوص کا نتیجہ ہے اور ایبٹ آباد کا موسم چونکہ نہایت خنک اور خوشگوار ہوتا ہے اس لئے ایبٹ آباد کو خواب میں دیکھا۔

امرتسر اسٹیشن پر مولانا محمد حسن صاحب امرتسری کی آمد

غرض جب گاڑی اسٹیشن امرتسر پہنچ گئی اور ابھی رکنے بھی نہ پائی تھی کہ حضرت والا نے فرمایا کہ یہاں مولوی محمد حسن صاحب آتے ہوں گے۔ گاڑی تلاش کریں گے کوئی صاحب ان کو دیکھ کر بلالیں، چنانچہ مولوی ظہور الحسن صاحب کو کھڑکی سے مولوی محمد حسن صاحب نظر آ گئے، مولوی صاحب نے بھی مولوی ظہور الحسن صاحب کو دیکھ لیا، گاڑی نہ رکنے کی وجہ سے یہ ڈبا آگے نکل گیا۔ اور مولوی صاحب ممدوح تھوڑی مسافت قطع کر کے اس ڈبے تک پہنچ گئے جس میں حضرت اقدس رونق افروز تھے۔ ان کی مشتاق نگاہیں جمال جہان افروز کی زیارت کو بے تاب ہو رہی تھیں۔ وہ دیوانہ وار حضرت کے ڈبے میں آ گئے اور دست بوس ہوئے۔ مولوی محمد حسن صاحب کو چونکہ اخفائے سفر کی تاکید پہنچ چکی تھی اس لئے وہ تنہا تھے۔ صرف ایک اجنبی زیر تربیت رفیق مولوی محمد یوسف صاحب ان کے ہمراہ تھے۔ جن سے مولوی صاحب موصوف نے ایک ٹوکری جس میں کچھ برف، کچھ پھل، اور چند میٹھے پانی کی بوتلیں تھیں لے کر ان کو ڈبے کے باہر ہی سے رخصت کر دیا اور خود حضرت والا کے ساتھ بقصد لاہور روانہ ہو گئے۔ جناب مولوی محمد حسن صاحب نے اس خیال سے کہ حضرت والا ڈیوڑھے درجے میں ہوں گے ڈیوڑھے درجے کا ٹکٹ لے رکھا تھا۔ لیکن حضرت والا اپنے قدیم معمول کے مطابق تیسرے ہی درجے میں تھے۔ مولوی صاحب ممدوح حضرت کے قریب آ کر بیٹھ گئے ان کو جوش مسرت میں یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ یہ تیسرا درجہ ہے جب لاہور گاڑی پہنچی تو ان کو اس کا علم ہوا اس وقت حضرت والا نہایت مسرور اور بشاش تھے اور

ہمارے مولوی صاحب اپنے ذوق وشوق میں سرشار وبیخود۔

امرتسر اور لاہور کے درمیان ملفوظات کا سلسلہ

امرتسر سے لاہور تک ریل میں حضرت والا کے ملفوظات کا سلسلہ برابر جاری رہا' مولوی صاحب ممدوح کا بیان ہے کہ معلوم ہوتا تھا گویا خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کی سہ دری ہے' وہی مسندر شدو ہدایت' وہی مجمع' وہی اہل حاجت' وہی نشست' وہی ہیبت' وہی منظر اور وہیں حضرت والا حسب معمول تقریر فرمارہے ہیں۔ تقریر منجملہ اور امور کے اکثر حصہ جناب مولوی محمد حسن صاحب کے شاگرد' مولوی فقیر محمد صاحب کی تحریروں اور عرض داشتوں' ان کے اشکالات ان کے استفسارات' حضرت والا کے جوابات' ان کی طلب صادق ان کا جوش وخروش ان کے جذبات کا دلچسپ ومفید تذکرہ تھا۔ اور اس وقت رفقائے سفر کی جو حالت تھی وہ بیان میں نہیں آسکتی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ مذکورۂ بالا تحریروں میں سے چند مفید وکار آمد تحریریں درج کردی جائیں۔ ممکن ہے ان کے مطالعے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کو نفع پہنچاویں۔

حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری مدظلہ کی مکاتبت

غیر اختیاری خیالات مضر نہیں

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری کا ذکر اور ان کے اصلاحی خطوط کے جوابات۔

(۱) ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ کو انہوں نے اس طرح تحریر کے ذریعے سے عرض کیا:۔

حال:۔ بندہ جب ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو طرح طرح کے خیالات آتے ہیں۔ اکثر اپنی غربت ومسکنت کے خیالات آتے ہیں کہ جب یہاں سے فارغ ہوں گا تو اپنے استاذ المکرّم کو عرض کروں گا کہ مجھے کہیں ملازمت یا امامت پر مقرر فرمادیں یا کسی ذریعے سے روپیہ مہیا کردیویں۔ جسے ایسے خیالات پریشان کرتے ہیں کبھی بیل خرید کر زمینداری کرنے کے خیالات آتے ہیں میں ان خیالات کو دور کرتا ہوں پھر آجاتے ہیں پھر اسی کشمکش میں ذکر پورا کرتا ہوں ایسے خیالات واہیہ کے دفع کرنے کے لئے حضرت والا! اللہ کوئی تجویز فرما دیں اور دعا فرمادیں۔

حضرت والا نے اس پر تحریر فرمایا:۔

جواب:۔ کیا اب تک معلوم نہیں کہ غیر اختیاری خیالات مضر نہیں۔ باقی دعا کرتا ہوں۔

مقصود حالات نہیں

(۲) اس پر ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ کو انہوں نے پھر عرض کیا:۔

حال:۔ حضرت والا کی عبارت (کیا اب تک معلوم نہیں کہ غیر اختیاری خیالات مضر نہیں، باقی دعا کرتا ہوں) جو کہ عریضہ سابق میں تحریر فرمائی ہے اس کی برکت اور حضرت والا کی دعا کی برکت سے جو خیالات واہیہ ذکر میں اور غیر ذکر میں پریشان کرتے تھے سب رخصت ہو گئے وللہ الحمد۔ اس وقت حال یہ ہے کہ جس وقت نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو دل میں یہ خیال آتا ہے کہ ابھی آواز آنے کو ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ او مردود اور نالائق تو میرے سامنے کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہے۔ دور ہو جا۔ اور جب سجدے میں سر رکھتا ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ فرمان ہونے کو ہے تیرا سر اس قابل نہیں کہ میرے قدموں میں رکھا جائے، اور کبھی خیال ہوتا ہے کہ آسمان سے کڑک بجلی کی مجھ پر گرنے کو ہے، اس حالت میں دل چاہتا ہے کہ چیخ نکل جائے پھر فوراً خیال کرتا ہوں کہ حضرت کے طفیل و برکت سے بچ جاؤں۔ بس آنسو جاری ہوتے ہیں کبھی چیخ مارنے سے یہ خیال مانع ہوتا ہے کہ کہیں حضرت والا کو تکلیف نہ ہو، ذکر کے وقت زمین یا پہاڑ وغیرہ جو چیز خیال میں آتی ہے ایک ریگ اور پانی سی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت اس ناکارہ کے لئے دعا فرمائیں۔

حضرت والا نے ارقام فرمایا:۔

جواب: ایسے حالات و تغیرات سب اہل طریق کو پیش آتے ہیں۔ نہ مقصود ہیں، نہ مضر، کام کئے جاؤ دعا کرتا ہوں۔

(۳) ۴ محرم ۱۳۵۷ھ کو ایک عریضے میں وہ اپنی حالت کا اس طرح اظہار کرتے ہیں:۔

حال:۔ احقر بفضل ایزد متعال و ببرکت دعائے حضرت والا اپنے معمولات بدستور اپنے اپنے وقت پر ادا کرتا ہے دل چاہتا ہے کہ معمولات میں بوقت شوق اضافہ کرلوں۔

جواب:۔ مبارک

دعاء سے ذکر افضل ہے

حال:۔ آگے دعائے طویل مانگا کرتا تھا اب دل چاہتا ہے کہ دعائے مختصر مثل رضیت باللہ ربا و بالا سلام دیناً کے مانگ کر بجائے دعا کے ذکر لآ الہ الا اللّٰہ کرلیا کروں مناسب ہے یا نہیں۔

جواب:۔ افضل ہے۔

تکلف خلاف سنت کی ضرورت نہیں

حال:۔ اس کے علاوہ اور کوئی کیفیت نہیں ہے' اکثر جی میں آتا ہے کہ کاش میں موجود نہ ہوتا' یا کوئی غیر مکلّف چیز ہوتا' تاکہ بار امانت سے بچ جاتا۔ کبھی کبھی دعا کرتا ہوں کہ خدائے قدوس مجھے مارے اور خاتمہ ایمان سے ہو جاوے۔ اگر زیادت مدت حیات ہوئی تو خطرہ ہے کہ کوئی ایسا فعل صادر ہو جاوے جس سے حق سبحانہ وتعالیٰ زیادہ ناراض ہو جاویں' ایسی دعا کرنے میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس تکلف خلاف سنت کی ضرورت نہیں' خطرہ تو ایک ساعت کا بھی ہے' عمر طویل پر موقوف نہیں' حفاظت معصیت وخاتمہ بالخیر کی دعا کافی ہے' خواہ عمر قصیر ہو یا طویل۔

حضرت والا:۔ بندہ گندہ کے لئے دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں میں شامل فرمالیں۔

جواب:۔ دعا کرتا ہوں۔

غیر شیخ سے نفع باطنی کی توقع مناسب نہیں

(۴) ۱۱محرم الحرام ۱۳۵۷ھ کو ایک خواب کی حالت اس طرح بذریعہ تحریر پیش کی۔

حال:۔ بندہ نے ایک خواب شب گذشتہ دیکھا ہے اکثر خواب بھول جاتے ہیں مگر یہ خواب یاد رہا ہے وہ یہ ہے کہ وکیل عبدالرحمان صاحب پٹنہ والے جو حال میں خانقاہ شریف میں مقیم ہیں انہوں نے ایک لباس جو اعلیٰ قسم کا سفید ہے اس میں ایک بنیائن بہت عمدہ اور ایک قمیض بہت سفید' اور طویل پائجامہ' اس سے زیادہ گھٹیا سفید دیا ہے۔ میں اس کو پہن رہا ہوں اور خواجہ صاحب اور وکیل صاحب مذکور تشریف فرما ہیں' حضرت کا گزر ہوا۔ اور آپ نے دریافت کرلیا کہ وکیل صاحب نے کپڑے دیئے ہیں' میں نے لئے اس لینے پر حضرت

ناراض ہو گئے۔ میں نے ناراضگی معلوم کر لی دوسرے لوگ اس کو نہیں جان سکے میں معافی چاہنے کو حاضر ہوا اور معذرت اور زاری کی' حضرت نے معاف کر دیا۔ میں نے پھر واپس وطن جانے کا ارادہ کیا' میرے پاس ایک بہت اعلیٰ قسم کا گھوڑا ہے اس پر زین کسا ہوا ہے اور باگ میرے ہاتھ میں ہے پھر خواجہ صاحب نے ایک عمدہ دری دی اور کوئی مسئلہ مجھے بتلایا میں نے ان سے عرض کیا کہ مجھے یاد نہیں رہتا۔ انہوں نے فرمایا کہ اچھا یہ مسئلہ بہشتی زیور میں ہے' میں تم کو بہشتی زیور ہدیۂ دیتا ہوں۔ انہوں نے ایک نسخہ بہشتی زیور مجھے دیا' حضرت والا کو معلوم ہو گیا اس پر حضرت والا بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ بہشتی زیور اور دری کیوں لیا۔ اس پر بندہ نے بہت عاجزی اور زاری سے معافی طلب کی مگر حضرت نے معاف نہیں فرمایا اور پھر فرمایا کہ جاؤ تمہارے سب اعمال ضبط ہو گئے' تم کو کوئی نفع نہیں ہو گا۔ میں بہت رویا اور اسی رونے کی حالت میں بیدار ہو گیا' اس خواب سے طبع پریشان ہے۔

جواب:۔ اول تو ہم جیسوں کے خواب ہی کیا' اور بالفرض اگر خواب ہی ہو تو تعبیر میں بہت سے احتمالات ہو سکتے ہیں پھر پریشانی بے بنیاد' اور ظنی تعبیر پر قناعت ہو تو اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ بجز اپنے مصلح کے کسی سے نفع کی توقع یا طمع نہ رکھنا چاہیے' ممکن ہے ایسا کوئی وسوسہ ہوا ہو کہ صلحاء سے کوئی ظاہری یا باطنی نفع حاصل ہو' ایسے خواب کے بعد استعاذہ و استغفار کافی ہے' پھر مضر خواب کا بھی ضرر نہیں ہوتا۔

بقیہ حصہ خواب والے خط کی تحریر کا یہ ہے:۔

حال:۔ اور رات اور دن اسی میں گزر گئے۔ باقی عریضہ سابق میں حضرت والا نے فرمایا تھا کہ (اس تکلف خلاف سنت کی ضرورت نہیں (اس تنبیہ اور ہدایت سے بندہ نے اس تکلف کو چھوڑ دیا ہے بوقت فرصت دعا خاتمہ ایمان کی مانگتا ہوں' حضرت بھی دعا فرمائیں۔

جواب: کافی ہے۔

(۵) ۷ المحرم ۱۳۵۷ھ کو پھر ایک تحریر پیش کی وہ یہ ہے:۔

حال:۔ حضرت اقدس کی قدر وہ جان سکتا ہے جس پر الم و مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ اور حضرت والا اس کو رفع فرما دیں بندہ سے پریشانی بالکل رفع ہو گئی۔

جواب:۔ الحمدللہ

حال:۔ اب اس کہنے پر مجبور ہوں کہ حضرت والا نے جو تعبیر خواب فرمائی دیدہ فرمائی، ایک صاحب سے ظاہری اور ایک صاحب سے باطنی نفع کی توقع وطمع ہوگئی تھی، اب عاجز نے بالکل طمع وتوقع دیگر حضرات صالحین سے بجز ذات اقدس حضرت والا کے قطع کر دی ہے۔

جواب:۔ بارک اللہ

علاوہ مصلح کے دیگر حضرات صالحین سے گونہ محبت رکھنا بھی ضروری ہے

حال:۔ ویسے دیگر حضرات صالحین سے گونہ محبت رکھتا ہوں۔

جواب:۔ ضروری ہے۔

خوف الٰہی بھی رحمت ہے

حال:۔ دیگر حال یہ ہے کہ جب حضرت والا کسی پر توجہ فرماتے ہیں تو بندہ کو بہت خوف طاری ہوتا ہے اور ہمہ تن حضرت حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

جواب:۔ تو خوف بھی رحمت ہوگیا۔

حال:۔ دل میں خیال ہوتا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ حضرت شیخ کے تکدر سے بچا دیں، پھر منجانب حق خیال آتا ہے کہ مت ڈرو تمہیں کوئی کچھ نہیں کہتا۔

جواب: یہ بشارت مبارک ہے۔

طبعی سکون کے ساتھ عقلی خوف بھی ضروری ہے

حال:۔ جب تلاوت قرآن کرتا ہوں، یا حضرت والا نماز میں کلام اللہ پڑھتے ہیں تو مضمون وعید پر خوف آتا ہے، تو معاً حضرت والا کی طرف توجہ ہوتی ہے کہ فرماتے ہیں ڈرو نہیں یہ مضمون، فساق وکفار کے لئے ہے پھر سکون ہوجاتا ہے۔

جواب: سکون طبعی راحت ہے مگر خوف عقلی یعنی احتمال گو ضعیف ہو ضروری ہے۔

حال:۔ حضرت! احقر کے لئے دعا فرمادیں کہ جہنم سے نجات ہو اور جنت میں صلحاء کی

جوتیوں میں جگہ نصیب ہو۔

جواب:۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوجاوے گا۔

(٦) ۲۴ محرم ۱۳۵۷ھ کو اسی طرح عرض کیا:۔

حال:۔ حضرت والا کی تحریرات قدر دانوں کے لئے سونے کے ٹکڑے ہیں بلکہ اس سے بدر جہا بڑھے ہوئے ہیں جب میں اپنی بداعمالیوں اور سستی پر نظر کرتا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ حضرت والا کی علوشان و رحمت اور شفقت کا خیال کرتا ہوں تو پانی پانی ہوجاتا ہوں۔

حضرت والا نے عریضہ سابق احقر میں تحریر فرمایا ہے کہ (سکون طبعی راحت ہے، مگر خوف عقلی یعنی احتمال گو ضعیف ہو ضروری ہے) اس تحریر بے بدل کی بدولت یہ ہیچمدان گمراہی سے نکل گیا، میں اس سے پہلے نہایت افراط و تفریط میں مبتلا تھا، بحمد اللہ تعالیٰ تحریر حضرت والا سے اعتدال ہو گیا، اور صراط مستقیم پر آ گیا ہوں، جب اللہ تعالیٰ کے احکام مامور بہ کو ادا کرتا ہوں جو کہ محض ایک صورت ہوتی ہے۔ جس میں روح رواں کا نام ونشان نہیں ہوتا تو نہایت خوف زدہ ہوتا ہوں کہ تم نے مامور بہ کو جیسا مطالبہ باری تعالیٰ عز اسمہ ہے ادا نہیں کیا، مغفرت کیسے ہوگی، جبکہ مامور بہ کو پورے طور سے ادا نہیں کیا جاتا۔ مگر ساتھ ہی پھر خیال آتا ہے کہ مغفرت محض رحمت سے ہوگی، عمل سے نہ ہوگی، پھر خیال ہوتا ہے کہ مورد رحمت باری وہ شخص ہوتا ہے جو کہ مامور بہ کی تعمیل جیسا کہ مطالبہ ہے ادا کرے، جب وہ تم میں نہیں ہے تو رحمت کا امیدوار ہونا سراسر خامی ہے۔ پھر سخت خوف ہوتا ہے حضرت دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ اہوال قیامت سے محفوظ فرماویں۔

جواب:۔ ماشاء اللہ تعالیٰ سب حالات محمود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ترقی واستقامت بخشے بالکل آخری مضمون کے متعلق لکھتا ہوں کہ رحمت بے علت بھی ہو جاتی ہے۔ بس سرکشی نہ ہو۔ استغفار وانکسار رہے۔

فیض باطنی کے مختلف اسباب ہوتے ہیں

(۷) یکم صفر المظفر ۱۳۵۷ھ کو اپنی حالت کا اس طرح اظہار کیا:۔

حال:۔اس سے پہلے ذکر بڑے ذوق وشوق سے کرتا تھااور معمولات سے زیادہ ہوجاتا تھا پھر بھی سیری نہیں ہوتی تھی مگراب دودان سے ذکر کرنے کو جی نہیں چاہتا۔بمشکل دل پر بوجھ ڈال کر بہ تکلف معمولات پورے کرتا ہوں۔ذکر کی طرف رغبت نہیں رہی۔ بلکہ گناہوں کی طرف میلان بہت ہوتا ہے۔اس سے پہلے مجلس مبارک میں حضرت جو کلام الٰہی نماز میں پڑھتے ہیں سننے میں بہت ذوق ہوتا تھا کبھی بطریق محبت اور کبھی بخیال خوف مگراب بالکل حالت سابق نہیں رہی دل مردہ ہوگیا ہے،واللہ اعلم،اس بندہ گندہ سے کوئی حضرت والا کو تکلیف پہنچ کر تکدر اس کا باعث ہے۔

جواب:۔بالکل وہم باطل۔

یا کیا وجہ ہے:۔

جواب:۔ یہ حالت قبض کہلاتی ہے۔ یہ کبھی معاصی کے اثر سے ہوتا ہے اور ایسا کم ہوتا ہے مگر احتمال پر استغفار ضروری ہے۔اور اکثر ملال طبعی یعنی ایک کام کرتے کرتے طبیعت اکتا جاتی ہے یہ نہ محمود ہے نہ مذموم اور یہ ازخود رفع ہوجاتا ہے اور کبھی امتحان محبت ہوتا ہے کہ یہ سخت عمل لذت کے لئے کرتا تھا یا ہمارے حکم سے اور یہ حالت رفعیہ ہے۔اس پر صبر وشکر کرنا چاہیے یہ ذرا دیر میں مرتفع ہوتا ہے مگر ہوجاتا ہے۔

حال:۔میں اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کرتا ہوں۔

جواب:۔ یہ تو ہر حال میں ضروری ہے۔

حال:۔حضرت والا دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمادیں۔

جواب:۔دعا کرتا ہوں۔

لذت وشوق غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے مقصود نہیں

(۸) ۸صفر المظفر ۱۳۵۷ھ کو پھر اس طرح عریضہ پیش کیا:۔

حال:۔حضرت والا کی دعا کی برکت سے اب میلان الی المعصیت جو کہ پہلے تھا،نہیں رہا۔ وللہ الحمد۔باقی اب تک ذکر میں لذت وشوق جو پہلے تھا اس سے عود نہیں کیا۔مگر حضرت والا کی صحبت کی برکت سے یہ معلوم ہوگیا ہے کہ لذت وشوق بوجہ غیر اختیاری ہونے کے خود مقصود نہیں ہے

باقی ذکر کرنا جوکہ اختیاری امر ہے وہ بفضلہٖ تعالیٰ اگر چہ طبیعت پر جبر کرنا پڑے ادا کر لیتا ہوں۔

جواب:۔ الحمدللہ

یہ سب حضرت والا کی دعا کی برکت ہے ورنہ از دست ہیچمد ان چہ زاید

افراط خوف کا علاج تکرار توبہ ہے

حال:۔ حضرت جب فرشتے نار کے جوکہ یفعلون مایؤمرون کا مصداق ہیں خیال ہوتا ہے کہ وہ بہرے ہیں کبھی پکار کرنے والے کی پکار نہیں سنتے اور جب دوزخ کے عذاب کی چیزیں مثلاً سانپ اور بچھو جوکہ خچر کے برابر ہیں اور دوزخ کی گہرائی جوکہ چالیس سال کی راہ پتھر گرانے سے ہے۔ قرآن کریم میں جب جہنم کا لفظ آتا ہے تو یہ سارا نقشہ دوزخ کا پیش ہو جاتا ہے بلاسوچنے کے تو اس قدر خوف طاری ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ گرنے کے قریب ہو جاتا ہوں کبھی کبھی یہ حالت ہوتی ہے ایسے وقت میں کیا کروں۔

جواب:۔ اللّٰھم اغفرلی اللّٰھم ارحمنی کا تکرار کیا جائے اور مغفرت ورحمت کی امید رکھی جاوے۔ پھر جہنم سے نجات لوازم مغفرت ورحمت ہے۔

زبانی استغفار مخل صلوٰۃ نہیں

(۹) مرقومہ بالا عریضہ کے جواب کے بعد اپنی حالت اس طرح بیان کی:۔

حال:۔ حضرت والا نے جو علاج اور تدبیر برائے ازالہ خوف مفرط تحریر فرمایا اس سے بحمد اللہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے احقر اس پر عمل کر رہا ہے اب عرض یہ ہے کہ نماز کی حالت میں جب غلبہ خوف ہوتا ہے تو اللھم اغفرلی وارحمنی کا تصور باندھتا ہوں۔

جواب:۔ کافی ہے

مگر کبھی کبھی یہ لفظ زبان سے بھی ادا کرتا ہوں۔ اس طرح نماز میں خلل تو نہیں۔

جواب:۔ نہیں

حال:۔ دوسری حالت یہ ہے کہ حضرت والا کا تصور ذکر میں اور غیر ذکر میں دونوں حالتوں میں اکثر رہتا ہے بعض دفعہ تو ایسا ہوتا ہے کہ تنہائی میں حضرت کے تصور میں پاؤں تک نہیں پھیلا

سکتا۔بس وہی حالت ہوتی ہے جومجلس شریعت میں ہوتی ہےاس میں کچھ شرعی حرج تونہیں۔

جواب:۔نہیں۔مگر قصداً نہ کیا جاوے۔اور کسی پر ظاہر نہ کیا جاوے۔

خوف شیخ اور خشیت الٰہی میں فرق!

حال: تیسری حالت یہ ہے کہ حضرت والا کا خوف اتنا ہےکوگویا حق تعالیٰ کا خوف اتنا اپنے اندر نہیں پاتا۔اگر حضرت والا کے مزاج کے خلاف کوئی کام ہو جاوے تو اتنی خشیت ہوتی ہے کہ زمین پھٹ جاوے اور اس میں سما جاؤں اور امر حق کی مخالفت سے اتنا خوف نہیں ہوتا۔اس سے ڈرتا ہوں کہ گناہ تونہیں۔

جواب:۔نہیں کیونکہ یہ غیر اختیاری ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ غائب کا خوف عقلی اور حاضر کا طبعی اور تفاوت خاصیتوں کا ہے۔

مقبولیت ومحبوبیت میں فرق!

(۱۰) ۲۶ صفر المظفر ۱۳۵۷ھ کومولوی فقیر محمد صاحب نے ایک طویل عرضداشت پیش کی جس میں چند علمی اشکال پیش کیئے۔اس کا ذکر حضرت اقدس نے امرتسر سے لاہور تک کے سفر میں نہایت مبسوط، مدلل اور مفید طریقے سے جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری سے فرمایا، یہ عریضہ پڑھنے اور اس کا جواب غور وفکر سے مطالعہ کرنے کے قابل ہے ملاحظہ ہو۔

حال:۔الحمدللہ والمنۃ حضرت والا کا ارشاد فرمودہ علاج خوف اور تجویز فرمودہ تدبیر سے خوف کا حال بالکل اعتدال پرآ گیا ہے فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔احقر کی اس بات کے جواب میں کہ شیخ سے اتنا خوف جتنا اللہ سے نہیں ہے۔جوتحریر فرمایا۔اس سے اس قدر مسرت ہوئی کہ حد تحریر سے خارج ہے۔فجزاکم اللہ عنی خیرالجزاء

جواب:ھنیاً لکم العلم

حال:۔اب حضرت والا ایک جدید حال عرض کرکے علاج کا خواستگار ہوں۔حضرت والا اگر دستگیری نہ فرمائیں گے تو یہ احقر ہلاک ہو جائے گا۔عرض یہ ہے کہ مجھ کو ایک جدید وسوسہ پیدا ہو گیا ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بندہ جب خوب اعمال صالحہ کا پابند ہو

جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے محبت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبریلؑ کو حکم فرماتے ہیں کہ اس میرے بندے سے تم بھی محبت کرو، کیونکہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ اور آسمان سے منادی کر دو کہ اہل آسمان اس میرے بندے سے محبت کریں۔ اور علیٰ ہذا زمین والوں سے بھی کہہ دو حتیٰ یوضع له القبول فی الارض او کمال قال علیه الصلوٰة والسلام۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں ان الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت سیجعل لهم الرحمان ودا. یہ حدیث وارد ہوئی اور حضرت والا کے مصنفہ انیقہ جزاء الاعمال میں بھی ایسا ہی ہے اور دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ من تقرب الی شبرا الحدیث۔ اب دونوں حدیثوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں جو اپنے کو مقبولین میں نہیں پاتا ہوں یعنی جب یہ علامتیں موجود نہیں پاتا ہوں تو وسوسہ ہوتا ہے کہ تیرا کوئی عمل مقبول نہیں، ورنہ مطابق حدیثین شریفین کے کچھ تو آثار ظاہر ہوتے و اذا لیس فلیس حضرت یہ وسوسہ مجھ کو بہت ستا رہا ہے۔ اور تنگ کر رہا ہے۔ للہ رحم میرے اوپر۔ میں نفس کو جواب دیتا ہوں یہ تیرے بس کی بات نہیں ہے۔ تیرے اختیار سے خارج ہے تو کیوں پریشان ہوتا ہے مگر اس سے بھی پوری تسلی نہیں ہوتی یہ بھی سمجھاتا ہوں کہ بندے کو بندگی سے مطلب تجھے ان باتوں کی فکر ہی کیوں پڑی، ممکن ہے اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرتے ہوں اور تجھے اس کی خبر نہ ہو۔ اب حضرت والا اس نحیف زار کے حال زار پر رحم فرمائیں۔ اور کوئی تدبیر ایسی ارشاد فرمائیں کہ یہ خبیث وسوسہ جس سے زائل ہو جائے اور نیز احقر کے لئے دعا فرمائیں۔

جواب:۔ حدیث میں یہ لفظ ہے۔ حتی یوضع له القبول فی الارض جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ فی نفسہ خاصیت ہے محبوبیت کی لیکن ہر خاصیت کا ظہور مشروط ہوتا ہے شرائط خاصہ سے اور اس میں بڑی شرط یہ ہے کہ وہ اہل ارض خالی الذہن ہوں ان میں نہ اسباب عداوت ہوں نہ اسباب مودت، پھر خود لفظ قبول مرادف نہیں محبوبیت کا تو حاصل یہ ہوا کہ ایسے خالی الذہن لوگ اس کے مخالف نہ ہوں اور اس کو مردود نہ سمجھیں۔ گو محبت نہ ہو اب یہ بات ہر صالح کو نصیب ہو جاتی ہے گو اعلیٰ درجہ کا متقی نہ ہو اور تم میں بھی اس کا تخلف نہیں۔ پریشانی بے بنیاد ہے۔

(۱۱) ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ کو اس طرح عرض پیرا ہوئے:۔

حال:۔ فی الحال بحمد اللہ معمول بدستور جاری ہے اور کیفیت جدید یہ کہ آج کل حضرت والا کی توجہ کی برکت سے ذکر میں اس قدر لذت اور لطف حاصل ہوتی ہے کہ خارج از بیان ہے۔ دل یہی چاہتا ہے کہ ہر رگ و ریشہ اور ہر اعضاء بلکہ ہر سر مو میں ایک ایک زبان ہو اور ان زبانوں سے محبوب حقیقی کی یاد اور ذکر نکلا کرے۔ گو یہ کیفیت وغیرہ مقصود نہیں، مگر تاہم محمود ہونے کی حیثیت سے آنحضرت کو اطلاع کر دی اللہ تعالیٰ کا اس پر شکر ادا کرتا ہوں۔

جواب:۔ زادکم اللہ تعالیٰ۔

حالات حسنہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں

حال:۔ دوسری حالت یہ کہ فی الحال برخلاف سابق کے (کہ خوف جہنم اور رغبت جنت سے رونا آتا تھا) ابتغائے رضائے مولیٰ میں رونا آتا ہے۔ کہ مالک راضی ہو جاوے مجھ پر اور طلب رضا میں دل تڑپتا ہے اور بے چین رہتا ہے۔ اور ہر وقت اسی دھن اور اسی دھیان میں لگا رہتا ہوں بلکہ بعض اوقات ایسا خیال آتا ہے کہ دوڑ کر حضرت کے قدموں پر گر جاؤں اور یہ عرض کروں کہ حضرت اب مجھے صبر نہیں ہوتا ذرا سی رضا اللہ میاں کی مل جاوے تو میں بادشاہ ہو جاؤں۔

جواب:۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

حال:۔ یا سیدی و مرشدی فداک ابی و امی و روحی و مالی۔ مجھے تو حضرت والا اپنے سینہ مبارک میں کی باطنی دولت میں سے تھوڑی سی عنایت فرمائیے۔ میں نہال ہو جاؤں گا۔

ع یک نظر فرما کہ مستغنیٰ شوم۔ زنبائے جنس الخ

جواب:۔ جو طریق افادہ کا جاری ہے کیا اس کے سوا کوئی دوسرا طریق دولت دینے کا ہے؟

(۱۲) مرقومہ بالا عریضہ کے بعد یہ عریضہ پیش کیا:۔

حال:۔ بیشک جو طریقہ افادہ کا جاری ہے وہ کافی اور وافی ہے۔ سالک کو منزل تک پہنچانے کیلئے یہی طریقہ ہے احقر کا خیال بالکل بے جا اور بے محل ہے۔ احقر کو اس کا اعتراف ہے اور رجوع کرتا ہے۔ احقر پر حضرت والا کی جو کچھ عنایت اور شفقت ہے کیا عرض کرے یہ ناکارہ اس قابل بھی تو نہ تھا کہ خانقاہ میں صالحین کے ساتھ آنحضرت کی خدمت اقدس میں قیام کرے۔ حضرت والا نے قیام کی اجازت کا حکم صادر فرمایا اور صرف

یہی نہیں مزید برآں یہ شفقت فرمائی کہ مکاتبت کی اجازت فرمائی اور ہر طرح سے شفقت اور عنایت کی نظر مجھ ناکارہ پر ہے' میں حضرت والا کا کیا شکریہ ادا کروں۔ فانہ من لم یشکر الناس لم یشکر الله بس ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ حضرت والا کی ذات بابرکت کو صحت و تندرستی کے ساتھ اللہ تعالیٰ تادیر برسرما قائم دارد آمین۔ اور فیوض باطنی سے ہم ناہنجاروں کو مالا مال کرے۔ آمین ثم آمین

فی الحال اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں قلب مضطرب اور بے چین ہے اور قلب میں حرارت سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ اور آنکھوں میں اکثر آنسو بھی رہتے ہیں سوزش سی ہونے لگتی ہے۔ بس ابتغائے رضائے مولیٰ کا منتظر رہتی ہیں۔ اور آج کل تدبیر اور تفکر مصنوعات باری تعالیٰ میں خود بخود استغراق رہتا ہے یہاں تک کہ نیند کم ہونے لگی ہے۔ اور بس حیران ہوکر گویا یہ کہنے لگتا ہوں چہ باشد آں نگار خود کہ بندد ایں نگارہا۔

دل یہی چاہتا ہے کہ بجائے ذکر کے تفکر اور تدبر مصنوعات کرتا رہوں۔

جواب:۔ تدبر مصنوعات کی مثال جزئی لکھو۔

رضائے کامل مطلوب ہے

حال:۔ احقر کے لئے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا حاصل ہوجاوے۔

جواب:۔ یہ بے ادبی اور استغناء ہے' رضائے کامل مطلوب ہے البتہ اپنے اعمال میں اگر قلت ہو مثلاً کہا جاوے کہ محبت اگر قلیل بھی نصیب ہوجاوے تو غنیمت ہے اس کا مضائقہ نہیں غرض قلت اپنی صفت میں ہو ان کی صفت میں نہ ہو۔

(۱۳) اس کے بعد اس طرح تحریر کے ذریعے سے عرض کیا:

حال:۔ بندہ نے جو لکھا تھا کہ تھوڑا سا رضامندی حاصل ہوجائے یہ بوجہ عدم علم و جہل کے تحریر میں آیا تھا۔ الحمد للہ جناب کے طفیل سے بہت بڑا عظیم الشان سر معلوم ہوا اور ایک بڑا قانون معلوم ہوگیا جس کے مقابل میں ہفت اقلیم کی بادشاہت ہیچ ہے' ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ ہر صفت پر غور کروں گا اور اس غلطی سے توبہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ معاف کریں۔

جواب:۔ هنيئاً لكم العلم

ذکر فکر سے زیادہ نافع ہے

حال:۔ اور تدبیر مصنوعات کی جزئی مثال یہ ہے کہ جیسے انسان اس کی حقیقت کو جب میں سوچتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی کتنا بڑا قدرت وعلم کمال ہے کہ ایک قطرے سے کیسے پری رو انسان شکل میں پیدا کیا جس کی ہر شے عجیب ہے۔ اگر فقط ایک چہرا کو غور وفکر کریں تو معلوم ہوتا ہے اس میں کیا کیا قدرت کاملہ ہے۔ آنکھوں کو نور بینائی کی اور کان کو سنائی کی اور ناک کو قوت شامہ کی اور زبان کو بولنے کی توفیق بخشا اور ہر ایک میں اس قدر خوبیاں ہیں جو انسان کی قدرت سے باہر ہے کہ اس کی خوبیاں بیان کرے اور ایسے ہی جب ایک شجر عظیم کو فکر کرتا ہوں تو اس کی حقیقت ایک چھوٹا سا دانہ ہے جو خدا کی قدرت کاملہ سے اتنا بڑا عظیم الشان شجر ہے۔ لاکھوں ثمر کے موجود ہے اور ایسے ہی آسمان کو بے ستون کس قدر بلندی میں کھڑا کیا ہے۔ مدت گزر گیا کہ اب تک پیوند در کنار پرانا بھی نہیں ہوا۔ جیسے پہلے دن تھا اب بھی وہی ہے اور اس بڑی چھت کو ستاروں سے مزین ومنور کیا جس سے حضرت انسان بھی ہدایت پاتا ہے الغرض یہ اشیاء ہیں اکثر اوقات سوچنے کو دل چاہتا ہے ذکر کو چھوڑ کر۔

جواب: اگر یہ فکر ذکر کے ساتھ جمع ہو سکے مضائقہ نہیں ورنہ ذکر اس فکر سے زیادہ نافع ہے۔

اس فکر میں خدائے تعالیٰ کے حسن و جمال، وقدرت کاملہ، علم وحکمت معلوم ہو کر لطف حاصل ہوتا ہے۔ جناب حضرت والا احقر کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ رضائے کاملہ عطا فرمائیں۔

اصل مقصود ذکر ہے

(۱۴) اس جواب کے بعد یہ عریضہ پیش کیا:۔

حال:۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا جمع بین الذکر والفکر کر سکو تو مضائقہ نہیں ورنہ ذکر انفع ہے فکر سے مگر احقر کا آج کل حال یہ ہے کہ عین ذکر میں کچھ ایسی محویت اور بیخودی سی ہوتی ہے کہ ماسوائے مذکور کے اس وقت اپنی جان کا ہوش بلکہ اپنی ہستی اور وجود کی خبر تک نہیں رہتی۔ بس مذکور ہی باقی رہتا ہے۔

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت   مرحبا اے عشق شرکت سوز رخت

ہاں البتہ دیگر خالی اوقات میں بغیر ذکر کے تفکر کرتا ہوں' پیشتر اس سے البتہ جمع کر سکتا تھا لیکن آج کل ذکر کے ساتھ جمع نہیں کر سکتا ہوں۔ اس میں جو کچھ کہ حضرت والا کا ارشاد ہوگا بجان و دل تعمیل کروں گا۔

جواب:۔ اب فکر کی مستقلاً ضرورت نہیں صرف استدلال علی الصانع کے لئے فکر فی المصنوع مطلوب ہے ورنہ اصل مقصود ذکر ہی ہے۔

نظر کیمیا کا اثر

حال:۔ آج کل حال یہ ہے کہ عظمت شان باری تعالیٰ کا تصور ہوتا ہے چنانچہ نماز کی حالت میں یہ تصور بندھ جاتا ہے کہ ماقدروا اللہ حق قدرہ اور عظمت سے دل گھبرا کر کانپ جاتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسی عظمت والی ذات کی مخالفت میں عمر صرف کی اور ہمارے جو نیک اعمال ہیں وہ بھی ان کی شان عظمت کے لائق نہیں بلکہ جو مطلوب علی وجہ الکمال ہے اس کے بھی عشر عشیر نہیں ہے۔ بس اس وقت خوف طاری ہو جاتا ہے اس وقت رحمت کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوتا ہے ایسے وقت میں رونا آ جاتا ہے ایسی حالت میں مرشدی و مولائی دستگیری فرمائیے اور میری رہنمائی فرمائیے۔

جواب:۔ اس میں کوئی چیز قابل تغیر نہیں۔

حال:۔ مجھ کو سب سے بڑا غم یہ ہے کہ جو کہ اکثر اوقات اللہ تعالیٰ سے بھی مانگتا ہوں کہ یا اللہ میرے پیر و مرشد مدظلہ العالی مجھ سے ناراض نہ ہوں۔

جواب:۔ بس دعا کے بعد غم کو دور کر دیا جائے۔

اور احقر کے لئے فلاح دارین کی دعا فرما دیویں۔

جواب:۔ دل سے

یہ چند تحریریں میں نے ایک ایسے طالب کی درج کر دیں جو سرحد آزاد کا رہنے والا ہے علم دین کی تکمیل کر چکا ہے غریب ہے بے بضاعت ہے نوجوان اور غیر شادی شدہ سوائے خدائے کریم و کارساز کے سہارے کے اور کوئی ظاہری سہارا نہیں رکھتا لیکن اس کے سینے میں محبت خداوندی کی آگ سلگتی ہے رگ رگ میں بجلیاں دوڑتی ہیں وہ بیتاب و بے قرار ہوتا

ہے اتنی دور سے تھانہ بھون حاضر ہوتا ہے شروع شروع میں مخاطبت و مکاتبت کی اجازت نہیں ملتی ہے صرف مجلس میں بیٹھنے' حضرت والا کے ملفوظات اور فیوض و برکات سے اپنی طلب کے موافق فائدہ حاصل کرنے کی اجازت ملتی ہے اس تعلیم کو آٹھ سال گزرتے ہیں ہر سال رمضان میں یا سال میں دو ایک بار تھانہ بھون کی حاضری ہوتی ہے۔ اتنا سہارا پا کر طلب صادق اپنا رنگ دکھاتی ہے اور وہ آگ جو طالب کے سینے میں سلگ رہی تھی بھڑک اٹھتی ہے وہ بے تاب ہو کر چیخنے رونے اور چلانے لگتا ہے۔ رفتہ رفتہ نظر مسیحائی اٹھتی ہے اور جو کام ایک مدت دراز میں ہوتا ایک نظر میں ہو جاتا ہے۔ پنجشنبہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۵۶ھ کو شرف بیعت سے سرفراز کیا جاتا ہے اس کے بعد اس کو دوشنبہ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ سے مستقل طور پر قیام کرنے کی اجازت مل جاتی ہے مکاتبت کا بھی حکم ہوتا ہے وہ اپنی مشکلات پیش کرتا ہے اپنی دشواریاں ظاہر کرتا ہے اور اپنی کل کیفیت سامنے رکھ دیتا ہے۔ اس کی دستگیری کی جاتی ہے اس کی رہنمائی ہوتی ہے اس کو گمراہی سے بچایا جاتا ہے اور اس منزل سے جہاں بڑوں بڑوں کے قدم ڈگمگائے ہیں صرف آٹھ مہینے میں پار کر دیا جاتا ہے اب وہ سوزش رفتہ رفتہ کم ہو جاتی ہے' اس کے سینے سے اب انوار الٰہی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ وہ ہر طرف خدا کی رحمتوں کے ہجوم دیکھتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بے مانگی دولت پا جاتا ہے وہ تھانہ بھون سے حضرت والا کے زمانہ قیام لکھنؤ میں جس کا ذکر آگے آئے گا ایک عریضہ دریافت خیریت مزاج وغیرہ کے لئے لکھتا ہے اس کے معروضات کے جوابات کے ساتھ ساتھ اس کو خلعت خاص سے نوازا جاتا ہے اور وہ آج یکشنبہ ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ ۲۰ نومبر ۱۹۳۸ء کو ہزاروں برکتوں اور بے شمار دعاؤں کو لئے ہوئے اپنے مکان کو روانہ ہو جاتا ہے۔ اس مبارک جواب کی نقل درج ذیل ہے ملاحظہ ہو۔

اطلاع ضروری

بیعت و تلقین کی اجازت

خود بخود قلب میں وارد ہوا کہ میں تم کو تلقین و بیعت دونوں کی اجازت دے دوں چنانچہ

توکلاً علی اللہ تعالیٰ اجازت دیتا ہوں اگر کوئی طالب حق درخواست کرے انکار نہ کریں اور اپنے خاص دوستوں کو اس کی اطلاع کردیں اور مجھ کو اپنا پتہ جس سے ڈاک پہنچ سکے لکھ بھیجیں۔ میں اپنی یادداشت میں اس کو درج کروں گا۔ فقط اشرف علی

اس پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ جناب مولوی شبیر علی صاحب کے ذریعہ سے دوسری اطلاع ارسال فرمائی اور تحریر فرمایا کہ (یہ پرچہ مولوی فقیر محمد سرحدی کو دیدیا جاوے اگر موجود ہوں ورنہ تلف کردیا جاوے) **وھو ھذا**

از اشرف علی۔ مشفقم مولوی فقیر محمد سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بے ساختہ میرے قلب میں وارد ہوتا ہے کہ تم کو بیعت اور تلقین کی اجازت توکلاً علی اللہ تعالیٰ دیدوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم سے نفع پہنچاوے۔ سو اگر تم سے کوئی طالب بیعت اور تلقین کی درخواست کرے تو تم انکار نہ کرنا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جانبین میں برکت ہوگی اور اپنے خاص خیرخواہوں کو اس اجازت کی اطلاع کردینا اور اپنا پتا جس سے ڈاک میں خط پہنچ سکے لکھ کر میرے پاس بھیج دینا میں اہل اجازت کے پتے اپنے پاس منضبط رکھتا ہوں اور موقع پر شائع کردیتا ہوں۔ والسلام از لکھنؤ امین آباد پارک نمبر ۲۷ معرفت شیخ محمد حسن صاحب باقی خیریت ہے الحمدللہ صحت ہوگئی صرف ضعف کسی قدر ہے اللہ تعالیٰ دوستوں سے جلد ملادے۔ ۹ رجب ۱۳۵۷ھ

ان شفقتوں، ان نوازشوں اور ان توجہات کا تذکرہ ایسا نہیں جو کبھی ختم ہو سکے اگر خدا نے توفیق دی اور اس کی مدد شامل حال رہی تو اپنے دل کے ارمان نکالوں گا اور حضرت والا کے وہ اذکار وہ ارشادات وہ فیوض و برکات جو ابھی تک صفحہ کاغذ پر نہیں آ سکے اہل عالم کے سامنے پیش کروں گا وہ نکات وہ رموز وہ اسرار جن سے اب تک دنیا آگاہ نہیں ہر ایک پر ظاہر کردوں گا وہ کلمات طیبات اور وہ مقالات متبرکہ جن کو سن کر عرفاء کو حیرت، علماء کو تحیر اور محققین کو تعجب ہو شائع کروں گا اللہ تبارک وتعالیٰ میرے ارادوں میرے مقاصد اور میری تمناؤں کو پورا فرمائے۔ (آمین)

لاہور میں ورود مسعود

غرض امرتسر سے لاہور تک مولوی فقیر محمد صاحب کے تذکرے کے علاوہ برابر علوم ظاہری و باطنی کے ملفوظات کا سلسلہ جاری رہا اور مسلسل حقیقت و معرفت کا مینہ برستا گیا

یہاں تک کہ گیارہ بجے شب کے گاڑی لاہور اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر بشیر احمد صاحب اور چھوٹے صاحبزادے حافظ سعید احمد صاحب پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے ہیں اور ابھی آتے ہیں۔ حضرت والا اور تمام رفقاء گاڑی سے اتر کر پلیٹ فارم پر تشریف لے آئے اور بنچ پر بیٹھ گئے' سامان جلدی جلدی اتار کر ایک جگہ اکٹھا کیا گیا اعداد شمار کئے گئے اتنے میں ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے۔ حضرت والا نے (مزاحاً) فرمایا کہ آج تک تو یہ سنا تھا کہ خوف سے رفع حاجت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن لاہور آ کر معلوم ہوا کہ از دیاد شوق میں بھی ایسا ہو جاتا ہے حضرت والا کی زیارت سے جو ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب کے انبساط کی حالت تھی وہ بیان نہیں ہو سکتی ڈاکٹر صاحب کے آتے ہی سامان باہر لایا گیا موٹر ڈاکٹر صاحب لائے تھے اس پر حضرت والا جناب مولوی شبیر علی صاحب جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری اور حامد علی صاحب سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ مولوی ولی محمد صاحب براہ راست اپنی ہمشیرہ کے یہاں چلے گئے اور مولوی ظہور الحسن صاحب شیخ محمد فاروق صاحب (متوطن لندن) مولوی حافظ سلیمان صاحب رنگونی اور ڈاکٹر صاحب کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر بشیر احمد صاحب دو تانگوں پر سوار ہو گئے اور اپنے ساتھ کل سامان بھی تانگوں میں رکھ لیا۔

حضرت والا کا موٹر پہلے ہی ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر پہنچ گیا اور تانگے بعد کو پہنچے۔ اتفاق سے اس وقت ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر ڈاکٹر صاحب کے ایک دوست مولوی عبداللہ صاحب موجود تھے۔ ان کو جب حضرت والا کی تشریف آوری کا علم ہوا تو حصول نیاز کی اجازت طلب کی' حضرت والا نے فرمایا کہ یہ سفر صرف معالجے کی غرض سے کیا گیا ہے ملاقات کے لئے نہیں ہاں روانگی سے ایک دن پہلے ملاقات کی عام اجازت ہو جائے گی۔ اس وقت اگر آپ چاہیں گے ملاقات ہو سکے گی لیکن اس کے بعد ان کے شوق کی کیفیت کو سن کر اتنی اجازت عطا فرما دی کہ جب میں تفریح کو جایا کروں آپ بھی اسی میدان میں جہاں میں چہل قدمی کے لئے جاتا ہوں پہلے سے پہنچ جایا کریں۔ لیکن کلام کی اجازت نہیں۔ جناب مولوی محمد حسن صاحب

امرتسری کا بیان ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب کہتے تھے کہ مجھے اس سے بہت فائدہ ہوا۔
مئی کے مہینے کا آغاز تھا دن میں گرمی کی شدت ہوتی تھی اور رات کے اول حصے میں بھی وہی حالت تھی لیکن آخر شب میں بعض اوقات خنکی ہو جاتی تھی۔ حضرت والا' جناب مولوی شبیر علی صاحب اور حامد علی صاحب کے لئے کوٹھی کے غربی جانب صحن میں پلنگ بچھا دیا گیا تھا حضرت والا کے پلنگ سے کچھ فاصلے پر جناب مولوی شبیر علی صاحب کا پلنگ تھا اور دوسری جانب مولوی ظہور الحسن صاحب کا اور باقی اصحاب کا علیحدہ انتظام تھا۔ اپنی اپنی جگہ پر سب لوگ آرام سے لیٹ گئے' آخر شب میں حضرت والا بیدار ہوئے مولوی ظہور الحسن صاحب کی آنکھ کھل گئی استنجے اور وضو سے فراغت حاصل کر کے تہجد کی نماز ادا فرمائی رات ابھی زیادہ باقی تھی۔ لیٹ کر تسبیح وغیرہ پڑھتے رہے۔

ہمراہیوں کے کھانے کا انتظام

اسی اثناء میں مولوی ظہور الحسن صاحب سے دریافت فرمایا کہ آپ صاحبان اپنے کھانے وغیرہ کا کیا انتظام کریں گے۔ مولوی ظہور الحسن صاحب نے عرض کیا کہ ہم لوگ صبح اٹھتے ہی ڈاکٹر صاحب سے عرض کر دیں گے کہ آپ اپنا مہمان ہمیں نہ سمجھیں ہم خود اپنے ایک عزیز کے یہاں جا کر انتظام کر لیں گے فرمایا اس کے قبل کہ ڈاکٹر صاحب کچھ انتظام کریں ان کو مطلع کر دینا ضروری ہے۔ یکشنبہ یکم مئی ۱۹۳۸ء
صبح صادق ہوتے ہی اذان کہی گئی اور کوٹھی کے غربی حصہ میں جماعت ہوئی' نماز کے بعد ہی حضرت والا نے مولوی ظہور الحسن صاحب سے فرمایا کہ بھائی ڈاکٹر صاحب سے ابھی سب مسائل طے ہو جانا چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں مولوی ظہور الحسن صاحب نے حضرت والا کے مواجہے میں ڈاکٹر صاحب سے اپنے اور مولوی سلیمان صاحب رنگونی کے متعلق یہ کہا کہ ہم لوگ اپنے کھانے کا انتظام اپنے ایک عزیز کے یہاں بطور خود کر لیں گے۔ آپ تکلیف نہ فرمائیں لیکن ڈاکٹر صاحب نے باوجود سعی و سفارش کے کسی طرح منظور نہ کیا۔ اس کے بعد علیحدہ بھی ان سے اصرار کیا گیا مگر انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ آپ لوگ اس معاملے میں زیادہ کاوش نہ کریں۔ میں خود حضرت اقدس سے عرض کر لوں گا

نتیجہ یہ ہوا کہ سب کو ڈاکٹر صاحب ہی کا مہمان رہنا پڑا۔

میزبان کی دلداری

لاہور میں اب تک مولوی عبداللہ صاحب کے سوا جو اتفاق سے ڈاکٹر صاحب کے مکان پر موجود تھے اور کسی کو حضرت والا کی تشریف آوری کی اطلاع نہ تھی یہاں تک کہ ڈاکٹر صاحب کے گھر والے بھی بالکل لاعلم تھے کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے کوٹھی کو صاف کرنے اور چیزوں کو باقاعدہ رکھ دینے کے خیال سے صرف اتنا کہہ دیا تھا کہ شام کو چند مہمان آنے والے ہیں یہ اطلاع نہیں کی تھی کہ حضرت والا رونق افروز ہوں گے اور حضرت اقدس کے ساتھ چند رفقاء بھی ہوں گے۔ حقیقت میں احتیاط کا اقتضاء بھی یہی ہے کہ جس بات کی اشاعت مقصود نہ ہو اس کو اتنا ہی مخفی رکھا جائے غرض مصلّٰی پر بیٹھے بیٹھے حضرت اپنے معمولات تلاوت وغیرہ فرماتے رہے اتنے میں ناشتہ آ گیا۔ ڈاکٹر صاحب حضرت والا کی محبت وعقیدت کی کمال سرشاری میں کھانے کے لئے اصرار پر اصرار کرتے تھے۔ چیزیں متعدد اور پرتکلف تھیں۔ وہ یہی کہتے جاتے تھے ذرا سا اس میں سے تناول فرما لیجئے۔ ذرا اس کو بھی چکھ لیجئے اور حضرت والا بھی ان کو خوش کرنے کے لئے کبھی اس میں سے اور کبھی اس میں سے کچھ لے لیتے تھے۔

دانتوں کا نکلنا اور ڈاکٹر صاحب کا کمال

تھوڑی دیر کے بعد حضرت والا نے ڈاکٹر صاحب کو دانتوں کے لئے یاد دلایا ڈاکٹر صاحب نے کچھ وقفے کے بعد دانت والے کمرے میں بلا لیا دانتوں کا معائنہ کیا حضرت والا نے یہ پہلے ہی فرما دیا تھا کہ جو دانت موجود ہیں ان کو باقی رکھنا چاہتا ہوں ڈاکٹر صاحب نے ایک دانت ایسا پایا جس کا طول تو قائم تھا مگر عمق اور کسی قدر عرض گھس کر اوپر سے بہت چپٹا اور نیچے سے نوکیلا ہو گیا تھا جس کا وجود غیر معین ہونے کے علاوہ ناموزوں تھا۔ اور جدید دانت بنجانے کے بعد تو اور بھی نامناسب ہو جاتا اس لئے اس دانت کو بلا اطلاع ہی جناب مولوی شبیر علی صاحب کی موجودگی میں ایسی صفائی سے نکال دیا کہ اس کے نکلنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ سانچہ لینے کے بعد حضرت والا نے جو آئینے میں دیکھا تو وہ دانت موجود نہ تھا۔ حیرت سے

فرمایا کہ یہاں کا دانت کہاں گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے وہ دانت دکھایا' اور عرض کیا کہ اس کی موجودگی میں جبڑا اس کے مطابق نہیں رہتا۔ اس کمرے سے باہر تشریف لانے کے بعد فرمانے لگے کہ خواہش تو میری بھی یہی تھی کہ یہ دانت نکل جائے اس لئے کہ بہت ہی بدنما ہو گیا تھا اور ہلتا بھی تھا لیکن کہنے کو دل نہیں چاہتا تھا خیر میرے بلا کہے ہی نکل گیا تھوڑی دیر کے بعد ڈاک آ گئی جوابات لکھ کر اس کو ختم کیا۔ پھر کھانا تناول فرما کر کچھ دیر قیلولہ فرمایا مسجد فاصلے پر تھی اور شارع عام سے راستہ تھا۔ اندیشہ تھا کہ اگر کسی نے دیکھا تو شہر میں عام اطلاع ہو جائے گی فرمایا عوام کے ہجوم کی وجہ سے اطمینان بے تکلفی اور آسانی نہ رہے گی تھانہ بھون میں آرام کہاں ملتا ہے یہاں تو چند روز آرام کرلوں آج کل لوگوں میں تہذیب تو ہے نہیں الٹے سیدھے سوالات شروع کر دیتے ہیں خواہ مخواہ جھک جھک ہوتی ہے' اس لئے بہتر یہی ہے کہ احتیاط کی جائے' غرض نماز کوٹھی ہی پر باجماعت ادا کی گئی' اور باقی نمازیں بھی جماعت کے ساتھ کوٹھی ہی پر ہوتی رہیں۔ اور مسافر کو مسجد کی حاضری اور جماعت کی حاضری معاف بھی ہے' حضرت والا کے رفقاء بھی احتیاط کے خیال سے شہر میں کسی سے ملنے نہیں گئے۔

سیر وتفریح

اسی روز نماز مغرب کے بعد ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ تھوڑی دیر تفریح کے لئے تشریف لے چلیں حضرت والا نے خطرہ ظاہر فرمایا کہ مبادا کوئی مل جائے اور خواہ مخواہ شہر میں اشاعت ہو جائے ڈاکٹر صاحب نے اطمینان دلایا کہ اندھیرے کا وقت ہے یہاں سے موٹر پر چلیں گے دور نکل کر میدان میں چہل قدمی فرما لیجئے گا کافی اندھیرا ہو گا کوئی نہ دیکھ سکے گا چہل قدمی حضور والا کا معمول بھی ہے اور صحت کے لئے مفید بھی' دن بھر کوٹھی میں رہنے کے بعد کچھ دیر چہل قدمی کر لینا بہت ضروری ہے تھانہ بھون میں تو مکان سے خانقاہ تک کئی بار آنے جانے میں جو مشی ہو جاتی تھی وہ بھی تو یہاں نہ ہو سکی حضرت والا باوجود خلاف احتیاط خیال فرماتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کی دلجوئی کی وجہ سے تیار ہو گئے اور تفریح کے لئے جانا منظور فرما لیا موٹر آیا حضرت والا ڈاکٹر صاحب جناب مولوی شبیر علی صاحب جناب مولوی

محمد حسن صاحب کو لئے ہوئے تفریح کو تشریف لے گئے' مولوی ظہور الحسن صاحب وغیرہ پیدل ٹہلتے ہوئے چڑیا گھر سے آگے ایک میدان میں پہنچے سبز گھاس کا مخملین فرش بچھا ہوا تھا جھٹ پٹا وقت ہوا اٹکھیلیاں کرتی ہوئی چل رہی تھی۔ آسمان پر تاریکی تیزی کے ساتھ اپنا قبضہ کرتی چلی جارہی تھی کچھ فاصلے پر بجلی کے چھوٹے چھوٹے بلب جو دورویہ روشن تھے ایک دلکش منظر پیش کر رہے تھے ان کی روشنی اس میدان میں اس قدر نہ تھی کہ دور کا آدمی نظر آ سکے۔ یا قریب والا بلا تکلف پہچانا جا سکے جس طرف نظر جاتی تھی آدمی ہی آدمی ٹہلتے نظر آتے تھے۔ حضرت والا بھی اپنے رفقاء کے ساتھ جو موٹر پر گئے تھے چہل قدمی فرمارہے تھے۔ مولوی ظہور الحسن صاحب وغیرہ سے بھی ملاقات ہوگئی۔ دن بھر کی گرمی کی کلفت اور گذشتہ شب و روز کے سفر کی تکان دور ہوگیا۔

عشاء کے قریب واپسی ہوئی' اول نماز عشاء ادا کی گئی اس کے بعد کھانا کھایا گیا پھر گذشتہ شب کے نظام کے مطابق سب نے اپنے اپنے بستر بچھائے حضرت والا کو چونکہ زیادہ دیر ٹہلنے سے کچھ تکان محسوس ہورہا تھا اس لئے جلد نیند آ گئی پانی کا گھڑا اور لوٹا قریب ہی رکھ دیا گیا تھا حضرت والا حسب معمول بیدار ہوئے استنجے اور وضو سے فارغ ہوکر تہجد اور معمولات کا سلسلہ جاری رہا پھر خنکی کی وجہ سے بستر پر آکر لیٹ گئے اور فجر تک وظائف وغیرہ میں مشغول رہے مولوی ظہور الحسن صاحب بھی حضرت والا کے بیدار ہونے کے ساتھ ہی اٹھ چکے تھے۔ اب ان سے اذان کہنے اور سونے والوں کو بیدار کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ چنانچہ سب بیدار ہوئے اور نماز فجر عجیب لطف و کیف کے ساتھ ادا کی گئی۔

خانقاہ حضرت داتا گنج بخش ؒ میں

دوشنبہ غرہ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۲ مئی ۱۹۳۸ء

صبح کو پھر ڈاکٹر صاحب نے تفریح کے لئے عرض کیا موٹر آیا۔ حضرت والا سوار ہو گئے اور خانقاہ حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ تشریف لے گئے۔ یہ ایسا وقت تھا کہ زائرین کی کثرت تھی۔ آپ صاحب مزار کے پائنتی کی طرف حسب معمول قدرے پیچھے ہٹے ہوئے

ہاتھ چھوڑے کھڑے کھڑے ایصال ثواب میں مشغول ہو گئے۔ حضرت والا کے پیچھے ڈاکٹر صاحب تھے ایک قوی ہیکل مجاور نے زوردار اور ہیبت ناک آواز سے پکار کر کہا کہ ہاتھ آگے باندھو' مگر حضرت والا کو آواز کی طرف مطلق التفات نہ ہوا ڈاکٹر صاحب نے مجاور سے نرمی کے ساتھ کہا کہ اپنے سے چھوٹے یا برابر والے شخص کو سمجھانا چاہیے بڑے کو کچھ نہ کہنا چاہیے اس پر اس نے تند لہجے میں آواز دی اور تیسری مرتبہ آواز کو اور بلند کیا۔ ڈاکٹر صاحب ہر مرتبہ اس کو سمجھاتے ہی رہے مگر حضرت والا پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اور بدستور ادھر متوجہ رہے۔ بعد فراغت وہاں سے روانہ ہوتے ہوئے فرمایا کہ بہت بڑے شخص ہیں۔ عجیب رعب ہے وفات کے بعد سلطنت کر رہے ہیں۔

تقریباً سوا گھنٹے کے بعد تفریح سے واپس تشریف لائے' مولوی ظہور الحسن صاحب اور مولوی سلیمان صاحب شہر میں کسی ضرورت سے گئے تھے وہاں ان اصحاب سے قاری آل احمد صاحب اور ان کے خسر حافظ سخاوت علی صاحب مالک یو پی سوڈا واٹر فیکٹری سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے بہت کچھ تفتیش حال کی جائے قیام پوچھی مگر ان دونوں نے ادھر ادھر کی باتوں میں ٹال دیا واپس آ کر بیٹھے ہی تھے اور حضرت والا سے شہر جانے کا تذکرہ کر ہی رہے تھے کہ باہر سے اطلاع آئی کہ حافظ سخاوت علی صاحب حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا وہ تو اپنے عزیز ہیں بلا لو' مولوی سلیمان صاحب بہت گھبرائے کہ کہیں ہم لوگوں پر شبہ نہ ہو جائے کہ انہوں نے اطلاع کر دی کہ اتنے میں آدمی نے دوبارہ عرض کیا کہ قاری آل احمد صاحب بھی حافظ صاحب کے ہمراہ ہیں فرمایا کہ ان کو بھی بلا لو چنانچہ حافظ صاحب اور قاری صاحب بلا لئے گئے۔

اہل لاہور کو حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع

حضرت والا نے حافظ صاحب سے فرمایا کہ کیسے اطلاع ہوئی؟ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ اسی گاڑی سے حافظ صغیر احمد صاحب مرحوم کا بڑا لڑکا مظفر نگر سے آیا ہے اس نے بیان کیا کہ مظفر نگر اور سہارنپور میں ریل پر اس کو معلوم ہوا کہ حضرت والا کانگریس اور مسلم لیگ میں صلح کرانے لاہور تشریف لے گئے ہیں۔ مجھے تشریف آوری کا اجمالی علم تو تھا ہی

سمجھ گیا کہ دانت بنوانے کی غرض سے تشریف لائے ہوں گے باقی جو لوگوں نے سمجھا وہ ان کا حاشیہ ہے اور مولوی ظہور الحسن صاحب اور مولوی سلیمان صاحب کی طرف دیکھ کر مسکرائے حضرت والا نے فرمایا کہ شہرت ہو جانے سے ہجوم کا اندیشہ تھا۔ اس لئے میں یہی چاہتا ہوں کہ عام اطلاع نہ ہو تو اچھا ہے حافظ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شہر بھر میں اطلاع ہو چکی ہے حضرت والا کو تعجب ہوا کہ یہ کیسے؟ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ حافظ صغیر احمد صاحب مرحوم کے صاحبزادے سے معلوم ہونے کے بعد ہی ڈاکخانے کے کلرک سے معلوم ہوا کہ حضرت والا لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں تیس چالیس خطوط حضور والا کے روزانہ آ رہے ہیں۔ تمام ڈاکخانے میں چرچا ہے اور یہ کلرک اور بھی کئی جگہ اطلاع کر چکے ہیں فرمایا بھلا خواہ مخواہ ان کے کیا ہاتھ آیا اس سے کیا فائدہ ہوا؟ حافظ صاحب کچھ میٹھے پانی کی بوتلیں بھی ہمراہ لائے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ دونوں حضرات رخصت ہو گئے۔
حضرت والا کچھ دیر کے لئے دانت بنانے کے کمرے میں تشریف لے گئے، ڈاکٹر صاحب نے فرما وغیرہ دیکھا اتنے میں کھانے کا وقت آ گیا کھانا تناول فرما کر آرام کے کمرے میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر کے لئے مصروف استراحت ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ایک آدمی نے ایک پرچہ دکھا کر کہا کہ حافظ احمد علی صاحب نے دریافت کیا ہے کہ جن صاحب کا اس پر نام لکھا ہوا ہے وہ آئے ہیں یا نہیں؟ حضرت والا سے عرض کیا گیا ارشاد ہوا کہ کہہ دو کہ آئے ہوئے ہیں مگر طبیعت میں بشاشت نہ ہونے کی وجہ سے عام ملاقات نہیں ہو سکتی۔ عام ملاقات روانگی سے ایک روز پہلے ہو سکتی ہے اتنے میں ڈاک آ گئی حضرت والا اٹھ کر ڈاک میں مشغول ہو گئے اور پھر نماز ظہر ادا کی گئی۔
حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر اسی دن تمام شہر میں بجلی کی طرح دوڑ گئی۔ بعد عصر حضرت مولانا رسول خاں صاحب سابق مدرس دوم دارالعلوم دیوبند و سابق استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور، و خلیفہ مجاز حضرت تھانوی قدس سرہ، مولوی عبدالحئی صاحب کیرانوی مولوی کریم بخش صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور بھی پہنچ گئے۔ حضرت مولانا رسول خاں صاحب کو ملاقات کے لئے اجازت ہو گئی باقی حضرات سے عذر کر دیا گیا اور کہلا دیا کہ

عام ملاقات روانگی سے ایک دن پہلے ہوگی مولوی عبدالحئی صاحب نے لوٹ کر تھوڑی دیر بعد اپنی والدہ کا سلام پہنچوایا۔ اس سے حضرت والا کو ناگواری اور شکایت ہوئی کہ پہلے سلام نہ پہنچایا اب پہنچایا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تعلقات کا اثر ڈال کر مجھے اجازت دینے پر مجبور کرنا چاہتے ہیں۔ گویا میرا عذر لغو ہے یا میری راحت کا احساس نہیں۔ اگر ایسی ہی محبت ہے تو تھانہ بھون آ کر ملیں۔ میں نے خود ہی رعایت رکھی ہے کہ ایک دن عام ملاقات کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ یوں اگر میں سب کو اجازت دے دوں تو اچھا خاصہ میلہ لگ جائے۔ میں یہاں اپنی ضرورت کے لئے آیا ہوں کسی کی طلب پر نہیں آیا۔ ایک مرتبہ منع کرنے پر قناعت نہیں ہوئی اب دوبارہ جتانے آئے ہیں۔

اس گفتگو کے بعد دیکھا تو نماز مغرب کا وقت آ گیا تھا' نماز مغرب پڑھی گئی۔ حافظ سخاوت علی صاحب نماز میں پہنچ گئے تھے۔ حضرت مولانا رسول خان صاحب نے بھی وہیں نماز ادا کی نماز کے بعد حضرت والا موٹر پر سوار ہو کر تفریح کے لئے تشریف لے گئے۔ واپس تشریف لا کر نماز عشاء پڑھی پھر کھانا کھایا گیا اور بستر استراحت پر تشریف لے گئے۔ آخر شب میں حسب معمول بیدار ہو کر معمولات ادا فرماتے رہے اور اس کے بعد نماز فجر کی جماعت ہوئی۔

جہانگیر اور نور جہاں کے مقبروں پر تشریف لے جانا

سہ شنبہ ۲ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۳ مئی ۱۹۳۸ء

نماز فجر کے بعد ناشتہ کیا اور موٹر میں جہانگیر کے مقبرہ پر تشریف لے گئے نور جہاں کے مزار کو دیکھ کر فرمایا اول یہیں پر چلیے عوام تو اس کی قبر پر کم آتے ہوں گے۔ نور جہاں کی قبر پر ہوتے ہوئے جہانگیر کے مزار پر تھوڑی دیر ٹھہر کر دوسرے مقامات پر گھومتے رہے۔ لیکن تکان بہت ہوگیا درمیان میں ڈاکٹر صاحب سے کئی مرتبہ فرمایا کہ میں اب تھک گیا ہوں اور ہمت نہیں لیکن ڈاکٹر صاحب اصرار کر کے آگے بڑھاتے رہے یہ بھی دیکھ لیجئے یہ بھی دیکھ لیجئے فرمایا کہ بھائی لوٹ کر موٹر بھی پہنچنا ہے بالکل ہمت نہیں رہی آخر موٹر پر تشریف لائے اور سوار ہو کر جس وقت کوٹھی پر پہنچے ہیں فرمانے لگے آج تو بہت تھک گیا ہوں۔ خدام کو بھی اعضاء میں شکستگی اور چہرے پر تکان کا اثر محسوس ہوا آرام فرمانے کے لئے عرض کیا گیا۔

حضرت لیٹ گئے اور مولوی ظہور الحسن صاحب نیز مولوی سلیمان صاحب بدن دبانے لگے فرمایا کہ آج ڈاکٹر صاحب نے بہت ہی گھمایا بدن چور چور ہوگیا ہے خیال تھا کہ اگر تھوڑی دیر حضرت کو نیند آ گئی تو تکان میں کمی آ جائے گی۔ ابھی پندرہ ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ جناب مولوی شبیر علی صاحب ڈاک لے کر آ گئے خیال تھا کہ حضرت والا اس وقت ڈاک اٹھا کر رکھ دیں گے اس لئے کہ تکان زیادہ ہے تھوڑی دیر سونے کے بعد تحریر فرمائیں گے۔ آج ڈاک بھی جلد آ گئی تھی ڈاک نکلنے کا وقت شام کو چھ بجے تھا اور ابھی دس بھی نہیں بجے تھے۔ لیکن حضرت والا نے فوراً ہی ڈاک دیکھنا شروع کر دیا اور اٹھ کر بیٹھ گئے پھر ایک مرتبہ سرسری طور پر دیکھ کر جوابات لکھنا شروع کر دیئے بدن دبوانا یا آرام کرنا کیسا۔ اللہ اکبر یہ ہمت یہ خاص عطیہ خداوندی ہے جو حضور کے لئے مخصوص ہے واقعی امت کی جس قدر خدمت حق تعالیٰ نے حضرت والا سے لی ہے وہ اس کا خاص انعام اور رحمت ہے۔

غرض تھوڑی دیر کے بعد کھانا کھانے کا وقت آ گیا اور پھر کوئی وقت آرام کا نہ مل سکا۔ شب کو البتہ بدن دبایا جاتا رہا۔ اس وقت تک کافی تکان باقی تھا۔ تمام بدن دکھ رہا تھا۔ کمر مبارک شانے پنڈلیاں اور جہاں جہاں درد تھا حضرت والا بتاتے جاتے تھے وقت بہت گزرا۔ آخر نیند آئی اور معمول کے موافق آخر شب کو آنکھ کھلی، معمولات ختم کئے گئے اور فجر کی نماز ادا ہوئی۔

چہارشنبہ ۳ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۳۸ء

اب تو حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر عام ہوگئی۔ اہل شہر اور اوقات کے علاوہ زیادہ تر عصر کے وقت پروانہ وار کوٹھی کے گرد گھومتے نظر آتے تھے۔ لیکن اجازت صرف انہیں حضرات کو ہوتی تھی جن سے بے تکلفی تھی۔ جناب مولوی شبیر علی صاحب کے ہمشیرزادے مولوی قمر الحسن اور جناب مولوی ظفر احمد صاحب کے صاحبزادے مولوی عمر احمد صاحب تھانوی سلمہم بھی لاہور میں مقیم تھے یہ بھی حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی حاضر ہوئے اور برابر فرصت کے اوقات میں حاضری دیتے رہے۔

اسی دن جناب مولوی محمد حسن امرتسری نے حضرت والا سے اجازت طلب کی کہ اگر ارشاد ہو تو مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کو تشریف آوری کی اطلاع کر دوں، حضرت

اقدس نے مسکرا کر فرمایا کہ میں کیوں مناع للخیر بنوں۔ آپ چاہیں تو اطلاع دیدیں چنانچہ جناب مولوی محمد حسن صاحب نے ایک کارڈ کے ذریعے سے مطلع کردیا کہ حضرت والا ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب کی کوٹھی پر مقیم ہیں آپ کو آکر ملنے کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ کسی اور کو اطلاع نہ دیں اور کسی کو ہمراہ نہ لائیں۔

آج کا دن گذشتہ ایام کی طرح روزمرہ کے معمولات کے موافق گزرا اور کوئی خاص امر ایسا نہیں ہوا جس کا خصوصیت سے ذکر کیا جائے۔

قلعہ جہانگیر پر تشریف لے جانا

پنجشنبہ ۴ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۳۸ء

آج حضرت والا قلعے میں تشریف لے گئے لیکن قلعے کا صرف غربی حصہ ملاحظہ فرما کر واپس تشریف لے آئے آج ہی مولوی ظہورالحسن کے نام سہارنپور سے حاجی رحم علی صاحب کا خط آیا کہ حضرت والا کی واپسی کی تاریخ اور وقت سے مطلع کیا جائے اور سہارنپور میں میری طرف سے دعوت قبول فرمانے کی درخواست کی جائے۔ مولوی ظہورالحسن کے اطلاع کرنے پر ارشاد فرمایا کہ ابھی واپسی کی کوئی تاریخ متعین نہیں اور دعوت کے لئے اگر موقع ہوا تو منظوری کی اطلاع کردی جائے گی۔

مولانا محمد حسن صاحب امرتسری کی طرف سے امرتسر تشریف آوری کی درخواست

ڈاکٹر صاحب نے بایمائے جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری یہ درخواست پیش کی کہ ایک روز کے لئے امرتسر تشریف لے جاکر سرفراز فرمائیں۔ فرمایا مشورے سے کوئی دن مقرر کرلیا جائے۔ یہ بھی دریافت کیا گیا کہ وہاں عام اطلاع کی جائے یا نہیں فرمایا اخفا کی ضرورت نہیں صرف ایک دن تو قیام ہی ہوگا نیز ذوقاً اہل امرتسر سے انس معلوم ہوتا ہے بخلاف لاہور کے جہاں کی یہ کیفیت ہے کہ موٹر سے گزرتے وقت عام سڑک پر جو لوگ نظر آتے ہیں ان کی ہیئت اور حال بتاتا ہے کہ وہ سمجھے ہوئے ہیں ''ہمچو ما دیگرے نیست'' اس

لئے یہاں کے عام لوگوں سے دل نہیں ملتا۔

بیعت اہلیہ مولانا محمد حسن صاحب امرتسری

جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کی اہلیہ صاحبہ نے جولاہور آ گئی تھیں آج بیعت کی درخواست کی حضرت والا کو غالباً منجانب اللہ یہ محسوس ہوا کہ ان کو کچھ شبہات ہیں اور ابھی بیعت کا عزم صادق نہیں بیعت کی درخواست پر فرمایا کہ ابھی وقت نہیں پھر بوساطت جناب مولوی صاحب ممدوح ارشاد ہوا کہ ان سے کہئے کہ جو کچھ دریافت کرنا ہے دریافت کرلیں مگر اس طرح کہ آپ سے کہہ دیں اور مجھ تک آواز نہ پہنچے اور پھر جواب سن لیں چنانچہ انہوں نے کئی شبہات ظاہر کئے اور تسکین حاصل کی منجملہ ان کے ایک بات یہ بھی پوچھی کہ میں جو قرآن شریف کی تلاوت کرتی ہوں تو دل نہیں لگتا' لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ کوئی دوسرا سن رہا ہوگا۔ تو پڑھنے کا شوق زیادہ ہوتا ہے حضرت والا نے اس پر ارشاد فرمایا کہ اس طرح سوچ کر پڑھا کیجئے کہ گویا اللہ تعالیٰ کو سنا رہی ہوں۔ جناب مولوی محمد حسن صاحب کا بیان ہے کہ ان کلمات کو سن کر انہوں نے سینے پر ہاتھ رکھ لیا اور کچھ دیر بالکل خاموش رہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر مولوی صاحب موصوف سے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سینہ چیر کر اس میں کوئی چیز ڈال دی گئی ہے اب مجھ کو کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اس کے بعد مکرر درخواست بیعت پیش کی۔ اب حضرت والا نے بلا تامل بیعت فرما لیا اور جناب مولوی محمد حسن صاحب حضرت والا کے امرتسر تشریف لے جانے کے انتظام کے لئے امرتسر تشریف لے گئے۔

مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ کی حضرت تھانویؒ کی خدمت اقدس میں حاضری

آج یعنی بروز پنج شنبہ جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کو جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کا وہ اطلاعی کارڈ جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے دو بجے سہ پہر کو جالندھر میں مل گیا۔ جناب مولانا خیر محمد صاحب کا بیان ہے کہ میں ایک ضروری کام کے لئے مدرسہ سے مکان جانے والا تھا اس کارڈ کے دیکھتے ہی کچھ ایسی حیرت ہوئی جیسے کہ سکتہ ہو گیا ہو۔ سوچتا تھا کہ ا

اللہ مدت سے تو حضرت والا نے سفر ترک فرمادیا ہے اور آج کل گرمی شدت کی پڑ رہی ہے یہ خبر میں کیا پڑھ رہا ہوں مولوی محمد حسن صاحب کے خط کو پہچانتا تھا اس کی بھی تکذیب نہیں ہوسکتی تھی۔ آخرالامر جب تشریف آوری کا یقین آ گیا تو اتنے دنوں کی محرومی پر بے حد افسوس ہوا پھر دل کو تسلی دی کہ اب جو اطلاع دی یہ تیرا کونسا استحقاق تھا۔ یہ سب ان کا انعام ہے یہ سوچا کہ لاہور جانے والی گاڑی میں صرف آدھ گھنٹہ باقی ہے اگر مکان جانے کا ارادہ ترک کر کے فوراً لاہور چلا گیا تو اس میں قباحتیں ہیں ایک تو دل کام میں لگا رہے گا دوسرے مدرسے اور گھر والوں کا تردد ہوگا کہ کیوں اس قدر عجلت میں لاہور چلا گیا۔ اس سے کہیں حضرت والا کے قیام کا افشا نہ ہو جائے۔ اس لئے اس وقت مکان چلا گیا اور دوسرے دن جانے کا ارادہ کرلیا۔

مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری کی آمد

جمعہ ۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۶ مئی ۱۹۳۸ء

آج صبح ہی حضرت والا بقیہ قلعہ یعنی مشرقی حصہ ملاحظہ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قلعے تک حضرت والا کو پہنچا کر موٹر اسٹیشن لے گئے کیونکہ نو بجے کی گاڑی سے مولوی محمد حسن صاحب کی امرتسر سے واپسی کی اطلاع تھی اس عرصہ میں حضرت والا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قلعے کی سیر فرماتے رہے۔ قلعے کے متعین نگران نہایت تفصیل سے وہاں کی عمارت اس کے تمام حصوں اور وہاں کے عجائبات کی تاریخی حیثیت، تاریخی واقعات اور حالات بتاتے جاتے تھے تھوڑے ہی عرصے کے بعد موٹر واپس آ گیا لیکن دیکھا تو بجائے مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کے جناب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نظر آئے مولانا نے بیان کیا کہ میں کوئٹہ جا رہا تھا سہارنپور میں حضرت والا کے لاہور تشریف لے جانے کا حال معلوم ہو گیا تھا، دل نے نہ مانا ایک روز کے لئے اتر پڑا کہ زیارت کرلوں تھوڑی دیر بعد وہاں سے واپسی ہوگئی۔

یوپی سوڈا واٹر فیکٹری میں ورود مسعود

راستے میں کچھ دیر کے لئے یوپی سوڈا واٹر فیکٹری میں تشریف لے گئے۔ حافظ سخاوت

علی صاحب نے چلتی ہوئی مشین اور کارخانہ دکھایا' اور پانی پیش کیا' اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے آئے' کھانا تناول فرمانے کے بعد چڑیا گھر کے قریب ایک غیر معروف مسجد میں نماز جمعہ پڑھی باہر سے آنے والے حضرات اور اہل لاہور جن کو حضرت والا کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا اس کے منتظر تھے کہ جمعہ کی نماز میں حضرت والا ضرور کسی مسجد میں تشریف لائیں گے زیارت ہو جائے گی۔ مگر حضرت والا نے تو ایسی مسجد کو منتخب فرمایا جہاں ان اصحاب کو گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

مولانا محمد حسن صاحب امرتسری اور حکیم عبدالخالق صاحب کی آمد

جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری نماز جمعہ کے بعد تشریف لے آئے۔ اسی روز جناب حکیم عبدالخالق صاحب امرتسری نے بھی جو حضرت والا کے مجاز طریقت ہیں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کیا۔ اور قریب قریب تا قیام حضرت والا امرتسر سے روزانہ لاہور آتے اور واپس چلے جاتے تھے۔

محمد شفیع صاحب جو ڈاکٹر صاحب کے دانت بنانے کے کارخانہ میں ملازم ہیں اور جنہوں نے حضرت والا کے دانت بنانے میں نہایت اہتمام و کوشش اور محبت و خلوص سے کام کیا تھا محض محبت کے اقتضاء سے حضرت والا اور ہمراہیان حضرت کی دعوت کے لئے اصرار کر رہے تھے۔ حضرت والا نے منظور فرمایا اور وہ ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر کھانا تیار کرا کر لے آئے۔ جو نہایت ذوق سے کھایا گیا۔

مخلصین کی آمد

دیوبند اور سہارنپور کے طلباء کے خطوط نے پنجاب اور پشاور کے اکثر اضلاع میں حضرت والا کے لاہور تشریف لانے کی خبر کو مشتہر کر دیا تھا اس لئے چاروں طرف سے حضرت والا کے خدام بے تابانہ پہنچ گئے۔ جن میں سے بعض حضرات کے اسماء یہ ہیں۔

خواجہ محمد صادق صاحب شال مرچنٹ اور حکیم محمد علی صاحب امرتسر سے' بشیر محمد صاحب

بی اے محافظ دفتر حاجی عبدالسلام صاحب اور ڈاکٹر محمد اسلم صاحب ہوشیار پور سے محمد افضل صاحب وکیل شاہپوری منڈی بہاؤالدین سے نور عالم صاحب ضلع گجرات سے۔

ان کے علاوہ بعض حضرات قصور، پٹھان کوٹ، ضلع گورداسپور، فیصل آباد، شیخوپور اور اطراف امرتسر سے آ گئے۔

جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری اپنی گذشتہ روز کی تجویز کے مطابق شام کو ایسے وقت ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر پہنچے کہ حضرت والا مغرب کی نماز، نوافل اور اوراد وغیرہ سے فارغ ہو کر بڑے کمرے کے اندر تشریف لا رہے تھے ادب سے سلام عرض کیا، حضرت والا نے انتہائی شفقت سے گلے لگا لیا اور معانقہ فرمایا اور پھر مصافحہ سے فارغ ہوتے ہی ہنس کر فرمایا ''میں نے کہا، میں کیوں مناع للخیر بنوں'' حضرت کے ان شفقت آمیز الفاظ نے مولانا خیر محمد صاحب کے قلب میں عجیب کیفیت پیدا کر دی، مولانا نے عرض کیا کہ میں نے ابھی مغرب کی نماز نہیں پڑھی ہے فرمایا باہر صف ہے پڑھ لیجئے۔ نماز سے فارغ ہو کر جب مولانا خیر محمد صاحب اندر آئے اس وقت حضرت اقدس دودھ کا برف کھا کر فارغ ہوئے تھے مولانا سے فرمایا کہ آپ کے لئے بھی رکھی ہے آپ بھی کھایئے پھر ایک طالب علم کو مولانا کے ساتھ دیکھ کر فرمایا آپ بھی کھایئے۔

خواجہ محمد صادق صاحب شال مرچنٹ امرتسر نے جو حضرت والا کے مجاز صحبت بھی ہیں۔ مولوی ظہور الحسن صاحب کے ذریعے سے درخواست پیش کی کہ امرتسر تشریف آوری کے وقت ان کے مکان کو بھی حضور اپنے قدم مبارک سے شرف عطا فرمائیں حضرت والا نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ امرتسر پہنچنے پر یاد دلایا جائے اگر موقع ہوا تو دیکھا جائے گا۔

شنبہ کا روز بھی دوسرے دنوں کی طرح خیر و برکت کی فضا میں صرف ہو گیا اور یکشنبہ ۶ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۸ مئی کی صبح ہوئی۔

امرتسر کے لئے روانگی

نماز فجر پڑھ کر حضرت والا مع جناب مولوی شبیر علی صاحب ڈاکٹر صاحب مولوی محمد حسن

صاحب، حامد علی صاحب بذریعہ موٹر، اور مولوی ظہور الحسن صاحب مع دیگر ہمراہیوں کے بذریعہ لاری امرتسر روانہ ہوگئے۔

ٹھیک آٹھ بجے حضرت والا مع ہمراہیان اور آٹھ بج کر دس منٹ پر لاری والے صاحبان جناب مولوی محمد حسن صاحب کے مکان پر امرتسر پہنچ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں زائرین کا ہجوم ہوگیا آنے والوں کا تانتا بندھ گیا، مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی، مولوی محمد سلیمان صاحب، مولوی ابوالبیان داؤد صاحب (صاحبزادگان حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی ابوتراب صاحب کے علاوہ بہت سے علماء اور عمائد شہر موجود تھے۔ ہر ایک کو ملاقات اور زیارت کا موقع نصیب ہوا کیونکہ عام اجازت تھی لیکن افسوس کہ مکان بہت چھوٹا تھا مشتاقین پروانوں کی طرح ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور ملفوظات سننے کی کوشش میں ہمہ تن توجہ ہوکر علی رؤسہم الطیر کا منظر پیش کر رہے تھے مگر مجمع کا مجمع اندوہگین تھا کہ مکان کی تنگی کی وجہ سے ہم ملفوظات کے سننے سے محروم رہے جاتے ہیں۔

ایک لطیفہ

عرض کیا گیا کہ اہل امرتسر کی ایک خوش قسمتی تو یہ ہے کہ حضرت والا نے یہاں قدم رنجہ فرمایا ان کو عزت بخشی، دوسری خوش قسمتی یہ ہے کہ یہاں ملاقات کی عام اجازت دے دی گئی حالانکہ لاہور میں عام اجازت نہ تھی اس پر اول تو مزاحاً فرمایا کہ لاہور، لاحول اور امرتسر امرت برسر اور پھر فرمایا کہ میں بھی مسئلہ مختلف فیہا بن گیا ہوں کہ امرتسر والے تو کہیں گے کہ بڑا خوش خلق ہے جو کسی کو ملاقات سے روکتا ہی نہیں اور لاہور والے کہیں گے کہ بڑا ہی سخت مزاج ہے کہ ملنے کی اجازت ہی نہیں دیتا حالانکہ وجہ اس کی یہ ہے کہ لاہور میں کئی دن رہنا اور کام کرنا تھا اور امرتسر میں بجز ملاقات اور مصافحے کے کوئی کام ہی نہ تھا۔

خواجہ محمد صادق کے یہاں رونق افروزی اور بے انتہا مسرت کا اظہار

صبح کی چائے نوشی کے بعد سے یہ مجلس بارہ بجے ختم ہوئی، اس کے بعد کھانا تناول فرمایا،

ظہر کی نماز کے بعد پھر مجلس شروع ہوگئی عصر کے قبل حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ خواجہ محمد صادق کا مکان کتنی دور ہے اور کس وقت وہاں جانا مناسب ہے؟ ڈاکٹر صاحب اور دوسرے حضرات کے مشورے سے طے ہوا کہ نماز عصر مسجد نور میں پڑھی جائے اس کے بعد خواجہ صاحب کے مکان سے ہوتے ہوئے لاہور کی واپسی ہو چنانچہ مولوی محمد حسن صاحب کے مکان سے عصر کے قریب روانگی ہوئی مسجد میں پہنچنے سے پہلے گاباں پہلوان کی درخواست پر چند منٹ کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں سے قریب ہی حضرت مولوی نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تھا۔ فاتحہ پڑھی مولوی محمد حسن صاحب نے عرض کیا کہ ان کو حضرت والا کی تشریف آوری اور زیارت کی بے انتہا تمنا تھی اگر آج زندہ ہوتے تو ان کی مسرت کی کوئی انتہا نہ ہوتی پھر مسجد نور میں نماز عصر ادا کی اور بعد نماز موٹر میں سوار ہو کر کٹڑہ مہاسنگھ میں خواجہ محمد صادق کے مکان پر تشریف لے گئے۔

مولوی محمد حسن صاحب فرماتے ہیں کہ موٹر میں سوار ہوتے وقت ایک رئیس تاجر چرم نے مؤدبانہ مصافحہ کیا۔ ان رئیس صاحب کا بیان ہے کہ میں حضرت والا کے چہرہ مبارک پر بار بار نظر کرتا تھا۔ مگر نظر نہ جمتی تھی۔ کیونکہ چہرہ اقدس پر اس قدر انوار تھے کہ نظر کو جمنے نہیں دیتے تھے۔ خدام حضور میں سے کون ایسا ہوگا جس کو یہ تمنا نہ ہو کہ حضرت والا کے مقدس قدموں سے اپنے مکان کو منور و مشرف دیکھے، لیکن ہر شخص کی یہ قسمت کہاں کہ یہ نعمت عظمیٰ اس کو حاصل ہو، خصوصاً جبکہ حضرت والا کے پیہم عذرات اور دیگر مجبوریوں نے برسوں یکلخت تھانہ بھون سے باہر سفر کو ہی روک دیا ہو تو ایسے شخص کو جو امرتسر کی بھی بعید مسافت پر رہتا ہو کیسے گمان ہو سکتا ہے کہ حضرت والا امرتسر ہی کو نہیں بلکہ اس کے مکان کو بھی شرف ورود بخشیں گے۔

خواجہ محمد صادق صاحب جن کے قلب کو خدائے بزرگ و برتر نے اپنے محبوبین کی محبت کی چاشنی سے لذت آشنا فرما دیا ہے اس پر کیف نظارے کی تاب نہ لا کر بزبان حال کہہ رہے تھے۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

ان کی مسرت کی یہ حالت تھی کہ ضبط نہ ہو سکا۔ بیخود ہو کر چیخ اٹھے، حضرت والا نے تسلی و تشفی

فرمائی وہاں حضرت والا کے علاوہ حضرت کے ہمراہی اور اہل امرتسر پندرہ بیس کی تعداد میں اور بھی موجود تھے خواجہ صاحب نے پہلے سے اجازت حاصل کر کے برف اور لیمونیڈ وغیرہ کا انتظام کیا تھا' حضرت والا اور حاضرین سب نے لطف لے لے کر نوش کیا اس کے بعد دعا فرما کر باہر تشریف لے آئے موٹر موجود تھا سوار ہو کر ہالی بازار اور مسجد شیخ خیر الدین دیکھتے ہوئے لاہور روانہ ہو گئے۔

لاہور واپسی

مغرب کی نماز لاہور پہنچ کر پڑھی' مولوی ظہور الحسن صاحب نیز مولوی سلیمان صاحب رنگونی وہیں سے سہارنپور واپس ہو گئے۔ دوشنبہ' سہ شنبہ' ۸' ۹ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۹' ۱۰ مئی ۱۹۳۸ء ان دونوں دنوں میں لاہور ہی میں قیام رہا۔ بلکہ چہار شنبہ ۱۰ ربیع الاول کا دن بھی لاہور ہی میں گزرا امرتسر سے واپسی لاہور پر حضرت والا نے عام اجازت عطا فرما دی تھی ہر شخص حاضر ہو سکتا تھا پھر تو زائرین اور مشتاقین نے دل بھر کے دولت دیدار حاصل کی۔ فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے اور اپنی دلی آرزو کو پورا کیا۔

لاہور کے زمانہ قیام میں حضرت والا نے علاوہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ نور جہاں اور جہانگیر کے مقبروں اور قلعہ کی دیگر مشہور تاریخی عمارتوں کے اور مقامات بھی ملاحظہ فرمائے' شالا مار باغ بھی تشریف لے گئے اور خانقاہ میاں میر قدس سرہ نیز شاہی مسجد کو بھی دیکھا اور بہت سی چیزوں کو ملاحظہ فرمایا۔ ہر چیز پر محققانہ نظر پڑتی تھی اور ہر مقام کے متعلق اظہار خیالات فرماتے جاتے تھے۔

حضرت والا نے لاہور میں علاوہ محمد شفیع صاحب کی دعوت کے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے دو اور دعوتیں بھی مختلف اوقات میں منظور فرمائیں ایک حافظ سخاوت علی صاحب کی اور دوسرے مولوی سید اللہ صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات کی وہاں خود تشریف لے جا کر خاصہ تناول فرمایا۔

جالندھر تشریف آوری کی دعوت

امرتسر جانے سے ایک روز قبل جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری نے عرض کیا کہ حضرت والا نے جس سال سفر بند فرمایا ہے اس سال سفر بند کرنے سے قبل مدرسے کے جلسے

کے وقت جالندھر تشریف لانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ پھر اتفاق سے سفر بند کرنے کا عذر پیش آ گیا تو تحریر فرمایا تھا کہ اگر میں پنجاب کا سفر کر سکتا تو سب سے پہلے جالندھر آتا' اب حسن اتفاق سے حضور تشریف لے آئے ہیں اس لئے مؤدبانہ درخواست ہے کہ جالندھر تشریف لے چلیں اور وہاں کی سرزمین کو بھی سرفرازی کا شرف عطا فرمائیں۔ اس پر شفقت آمیز لہجے میں مسکراتے ہوئے فرمایا "کلام اللیل یمحوہ النہار" جی میرا بھی چاہتا ہے مولوی شبیر علی سے وقت دریافت کرلیا جائے جس میں سفر کا حرج نہ ہوتا ہو۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ بروز چہار شنبہ پانچ بجے شام کو لاہور سے ڈیرہ دون ایکسپریس پر سوار ہو کر ساڑھے آٹھ بجے شب کے جالندھر رونق افروز ہوں گے اور شب میں وہاں قیام فرما کر دوسرے روز یعنی پنجشنبہ ۱۱ ربیع الاول کی صبح کو نو بجے کی ریل سے سہارنپور روانہ ہو جائیں گے۔

اس رائے کے بعد حضرت والا سے اجازت لے کر مولانا خیر محمد صاحب دوشنبہ ۸ ربیع الاول کو جالندھر واپس گئے' گرمی کی شدت تھی مولانا موصوف نے صرف اس خیال سے کہ اگر ہجوم ہوگا تو حضرت والا کو تکلیف ہوگی کوئی خاص اہتمام نہیں کیا کہ جس سے تمام شہر اور گرد و نواح میں کافی اعلان ہو جائے دوسرے اعلان کی اجازت بھی نہیں حاصل کی' تیسرے عام دنیا دار طبقے کو حضرت والا سے تعارف تو تھا نہیں ان میں اعلان کرنا حضرت والا کی عظمت وشان کے منافی تھا۔ چوتھے اعلان عام کے بعد ممکن تھا کہ بعض ایسے آدمی بھی آجائیں جن کی گفتگو یا طور طریقے سے حضرت والا کو تکلیف ہو' اس لئے صرف بعض خواص کو اطلاع دینے پر اکتفا کیا۔

لاہور کے زمانہ قیام میں شیخ محمد فاروق صاحب (متوطن لندن) کے بھائی شیخ شہید اللہ صاحب بھی جو بہاولپور سے بغرض زیارت حضرت اقدس تھانہ بھون گئے تھے اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت والا لاہور تشریف لے گئے ہیں لاہور آئے اور وہیں سے شیخ محمد فاروق صاحب کو اپنے ہمراہ لے کر حضرت والا سے رخصت ہو گئے۔

امرتسر سے لاہور روانگی

حضرت والا لاہور سے چہار شنبہ ۱۰ ربیع الاول کو پانچ بجے شام کی گاڑی سے جالندھر

روانہ ہو گئے اہل لاہور کو حضرت کی مفارقت کا جس قدر صدمہ ہوا وہ ان کے قلوب سے پوچھیے۔ان کو حاضری کا کافی موقع نہ مل سکا نہ وہ کچھ کہہ سن سکے۔اس پر بھی صرف زیارت کو انہوں نے غنیمت جانا' دعاؤں اور برکتوں سے وہ بھی محروم نہیں رہے۔

لاہور سے روانہ ہوتے وقت کوشش کی گئی تھی کہ اسٹیشن پر ہجوم نہ ہو پھر بھی بہت سے لوگ آ گئے تھے آخر گاڑی روانہ ہو گئی۔

جالندھر میں ورودِ مسعود اور عظیم الشان استقبال

جالندھر میں حضرت والا کی سواری کے لئے محکمہ زراعت کے اسسٹنٹ ڈپٹی ڈائریکٹر کے موٹر کا انتظام کیا گیا تھا باوجود یہ کہ وہ دوسرے خیال و عقیدت و عمل کے آدمی ہیں لیکن اپنی محبت سے انہوں نے موٹر کو خود چلانا اپنے لئے موجب فخر خیال کیا۔علاوہ مذکورۂ بالا موٹر کے تین اور موٹر اسٹیشن پر موجود تھے اور ہر مالک موٹر اس کا متمنی تھا کہ حضرت والا میرے موٹر میں تشریف لے چلیں۔

استقبال کے لئے مجمع کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی جس میں شہر کے تاجر' وکلاء' رؤسا' غرباء' علماء' طلباء اور ہر طبقے اور پیشے کے لوگ موجود تھے۔علمائے مدرسہ رائے پور گوجران' علمائے مدرسہ جگراواں ضلع لودھیانہ' علماء و ملازمین مدرسہ ہوشیار پور' کڑہ شانکر' پھگواڑن اور تواں شہر وغیرہ بکثرت آئے ہوئے تھے۔معلوم نہیں ان لوگوں کو کہاں سے اطلاع ہوئی۔بعض لوگ بیس بیس میل سے پاپیادہ چل کر آئے تھے۔جناب مولانا خیر محمد صاحب کا بیان ہے کہ اس کو حضرت والا کی کرامت اور مقبولیت الٰہیہ کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ورنہ جالندھر کی تاریخ میں ایسا عام استقبال اور اژدھام یاد نہیں۔مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ مجھ کو یاد ہے کہ ایک مرتبہ پنجاب کے مشہور پیر مولوی جماعت علی شاہ صاحب کی آمد پر مریدین کی طرف سے منادی کرائی گئی تھی اور ترغیب بھی دی گئی تھی مگر پندرہ بیس آدمیوں سے زیادہ پلیٹ فارم پر نہیں تھے۔

غرض گاڑی اسٹیشن جالندھر شہر پر ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے شب کے پہنچی۔حضرت والا مع جناب مولوی شبیر علی صاحب' حامد علی صاحب' مولوی محمد حسن صاحب امرتسری' شیخ محمد صادق صاحب' محمد افضل صاحب وکیل' چودھری معراج دین صاحب' ٹرین سے اترے معلوم ہوا کہ نو تعلیم یافتہ طبقہ کچھ رسمی استقبال کرنا چاہتا ہے' حضرت والا نے گاڑی سے

اترتے ہی فرمایا میں کوئی لیڈر نہیں ہوں' ایک طالب علم ہوں میرے لئے کسی خصوصیت کی ضرورت نہیں۔ باوجود تکان اور سخت گرمی کے پلیٹ فارم پر کھڑے کھڑے ہجوم میں گھرے ہوئے آدھ گھنٹہ کے قریب مصافحے سے مشرف فرماتے رہے۔ بعض منتظمین نے ازخود ہجوم کو روکنے اور مصافحے کو بند کرانے کی بھی سعی کی لیکن حضرت والا نے کئی بار فرمایا۔ مت روکئے' نہ کوئی انتظام کیجئے' اگر انتظام منظور ہوتا' تو میں خود کر سکتا تھا' ایک نئے تعلیم یافتہ صاحب نے جو بوٹ سوٹ اور ہیٹ سے آراستہ تھے حضرت والا کے دست مبارک میں ہار دینا چاہے۔ حضرت مصافحہ فرمارہے تھے۔ حضرت نے ان کی طرف مخاطب ہو کر تیز لہجے میں فرمایا کہ صورت تو مہذبوں کی سی ہے لیکن کیا یہی تہذیب ہے؟ ایک مشغول شخص کے ہاتھ کو دوسری چیز میں مشغول کر دیا جائے اور پہلے سے فراغت کا انتظام نہ کیا جائے۔ اب حضرت والا پلیٹ فارم سے باہر تشریف لے آئے۔ باہر سڑک پر بھی زائرین کی کثرت تھی ان کو بھی مصافحے سے سرفراز فرمایا۔ پھر موٹر پر سوار ہوئے۔ جناب مولانا خیر محمد صاحب ہمراہ تھے۔ دیکھا تو وہی ہار موٹر میں پڑے ہیں فرمایا کہ ان نو تعلیم یافتہ صاحب کو اگر میں نہ روکتا' تو انہوں نے گلے میں ہار ڈالنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ یہ صحیح بھی تھا۔

مدرسہ خیر المدارس میں ورود مسعود

حضرت والا نے موٹر سے اتر کر جب مدرسہ خیر المدارس میں قدم مبارک رکھا تو تمام مدرسہ اور مسجد کو زائرین سے پر پایا۔ چونکہ نماز عشاء کی اذان ہو چکی تھی اس لئے فوراً وضو فرما کر نماز کی تیاری کی گئی بعد ازاں مدرسے کی چھت پر تشریف لے گئے وہاں سولہ سترہ صلحاء کے ساتھ جو مولانا خیر محمد صاحب کی طرف سے مدعو تھے کھانا تناول فرمایا۔ اس کے بعد اسی صحن میں استراحت فرمائی۔ تھوڑے سے فاصلے پر مولانا خیر محمد صاحب نے اپنی چارپائی بچھائی تھی۔ تاکہ حضرت والا کو آرام پہنچا سکیں۔ آخر شب میں حضرت والا نے استنجے اور وضو سے فارغ ہو کر نوافل پڑھیں' پھر صبح تک اوراد و معمولات اور منزل کلام مجید میں شغف رہا کیونکہ بحمد اللہ سفر و حضر کسی حالت میں حضرت والا کے معمولات میں فرق نہیں آنے پاتا' سبحان اللہ عجیب استقامت ہے۔

اوراد وغیرہ کوختم کر کے فجر کی سنتیں پڑھیں پھر نماز فرض مسجد میں کافی جہر اور عجیب لحن کے ساتھ پڑھائی قرات میں وہ کیف تھا جو بیان نہیں ہوسکتا' پہلی رکعت میں سورۂ تحریم اور دوسری میں سورۂ مرسلات تلاوت فرمائی۔

مستورات کوشرف بیعت

حضرت والا کا معمول ہے کہ سفر میں بجز خاص وجہ کے کسی مرد کو مرید نہیں فرماتے' ان مستورات کے لئے یہ شرط نہیں ہے اس کی وجہ حضرت والا یہ فرماتے ہیں کہ مستورات میں کوئی تصنع نہیں ہوتا۔ ان کی عقیدت میں پختگی اور استقلال ہوتا ہے ان کی طبیعتیں سادی اور محبت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں' برخلاف اس کے مردوں میں ان سب چیزوں کی کمی ہوتی ہے۔

یہاں حضرت والا مستورات کی درخواست پہلے ہی منظور فرما چکے تھے' اس لئے نماز فجر سے فارغ ہوکر مولانا خیر محمد صاحب سے ارشاد فرمایا پہلے اوپر چلنا چاہیے' چنانچہ چھت پر آ کر مستورات کو پس پردہ بیعت فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ اس پر مولانا خیر محمد صاحب نے عرض کیا کہ اندر کئی مستورات ہیں اور سب بیعت کی متمنی ہیں۔ فرمایا جنہوں نے اپنے شوہروں سے اجازت لے لی ہو وہ بیعت ہوسکتی ہیں ان کے علاوہ نہیں' چنانچہ اہلیہ مولوی خیر محمد صاحب مدرس' اور اہلیہ پیر جی عبداللطیف[1] صاحب کو بیعت فرمایا اور چند نصائح اور طریق عمل ارشاد فرمائے' پھر نوافل اشراق سے فارغ ہوکر مسجد میں جہاں زائرین کا مجمع تھا تشریف لے آئے' مجمع کی کثرت کی وجہ سے ہر شخص اٹھ کر یا کھڑا ہوکر زیارت کی کوشش کرتا تھا۔ اس لئے عرض کیا گیا کہ اگر کرسی پر حضور والا تشریف رکھنا منظور فرمائیں تو سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے بآسانی زیارت سے مشرف ہوسکیں گے۔ فرمایا یہ میری عادت کے خلاف ہے' اور منقول بھی نہیں البتہ بیان کی حالت میں تو منقول ہے' پھر تھوڑی دیر کے بعد مجمع کی اور کثرت دیکھ کر عرض کیا گیا' کہ اگر چارپائی کی اجازت ہوتو چارپائی منگوالی جائے فرمایا ہاں اس میں کوئی مضائقہ نہیں یہ دیہاتی وضع ہے' نیز اس پر میں اکیلا نہ ہوں گا' دو چار اور بھی ہوں گے۔ ارادہ کیا گیا کہ اس پر کچھ بچھا دیا جائے اس سے منع فرمایا اور کھری چارپائی پر سرہانے کی طرف رونق

---

[1] سابق ناظم جامعہ اشرفیہ لاہور وخلیفہ مجاز حضرت مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہ

افروز ہو گئے۔ اور مولانا خیر محمد صاحب سے فرمایا کہ آپ اور مولوی محمد حسن صاحب دوسری طرف اسی چارپائی پر بیٹھ جایئے کیونکہ مجھے تنہا اونچا مجمع میں بیٹھے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔

ہدیہ دینے اور لینے کا اصول

اس کے بعد ایک نوجوان درزی نے ململ یا چکن کی ٹوپی کا ہدیہ پیش کیا' حضرت والا نے عذر فرمادیا' اس نے اصرار کیا تو حضرت والا نے نہ قبول فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ ان رسمی پیروں اور مولویوں نے ہر شخص کے ہدیہ کو قبول کر لینے سے دین کو ذلیل کر دیا ہے حالانکہ ہدیہ کے لئے بھی شرائط ہیں۔ اول تو ہدیہ کی بنا ہے محبت' وہ بدوں کامل واقفیت اور بے تکلفی کی ملاقات کے ہو نہیں سکتی۔ دوسرے کسی کو سفر کی حالت میں اور بالخصوص مجمع میں ہدیہ دینا اس کی توہین و ذلت ہے' ہدیہ پیش کرنے والے کا ادب تو یہ ہے کہ دوسروں سے چھپا کر دے' بلکہ دے کر خود بھی فوراً علیحدہ ہو جائے اور ہدیہ لینے والے کا ادب یہ ہے کہ اس کو دوسروں پر ظاہر کر دے۔ اس میں ہدیہ کے بڑے چھوٹے ہونے کا اعتبار نہیں' صرف خلوص و محبت کا اعتبار ہے۔ چنانچہ آج میاں طورلشاہ[1] نے مجھ کو دو پیسے اور مٹھی بھر ستو ہدیہ دیئے ہیں۔ جن کو میں نے بڑی خوشی سے تبرک سمجھ کر لیا ہے۔ دیکھئے اب اس میں ریا کیا ہو سکتی ہے"۔ پھر ہدیہ دینے والے کی طرف مخاطب ہو کر بطور ظرافت فرمایا کہ اگر ایسا ہی ہدیہ دینے کا شوق ہے تو تھانہ بھون میں آ کر پیش کرنا پھر بھی ہم لینے پر مجبور نہ ہوں گے' دل چاہے گا تو لے لیں گے' نہیں چاہے گا نہیں لیں گے" پھر مسکرا کر ارشاد کیا کہ "مزہ بھی جبھی آئے گا چار پیسے کی چیز اور چار روپیہ کرایہ۔"

ایک گھنٹے تک یا کچھ کم و بیش ملفوظات کا سلسلہ جاری رہا۔ سب اہل مجلس کے لئے مقاصد حسنہ کے واسطے دعا مانگی گئی اور مجلس برخاست ہوئی۔

جالندھر سے سہارنپور کو روانگی

حضرت والا بالا خانے پر تشریف لے گئے' مولانا خیر محمد صاحب کی درخواست پر مولانا ممدوح کے چھوٹے صاحبزادے عبدالحق سلمہٗ کو پند نامہ عطار کی بسم اللہ کرائی گئی۔ پھر

---

[1] حضرت والا کے ایک مخلص خادم ۱۲ وصل

مدرسے سے چل کر ریلوے روڈ پر تشریف لائے اور ایک چارپائی پر جلوہ فرما ہوئے۔ لوگ پندرہ بیس منٹ تک برابر مصافحہ کرتے رہے پونے نو بجے (صبح) اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ اور ٹرین پر سوار ہوئے۔ ٹھیک نو بجے گاڑی اسٹیشن جالندھر سے روانہ ہوئی۔ امرتسر کے بہت سے لوگ جو یہاں تک آئے تھے وہ اور جالندھر سے بہت سے خدام پھلواڑہ تک گئے یہ تھوڑا سا وقت سرزمین جالندھر کو ہمیشہ ہمیشہ یادرہنے والا ہے۔ ان سے پوچھئے جنہوں نے اس وقت کا منظر دیکھا ان سے دریافت کیجئے جنہوں نے اس جلوہ کا مشاہدہ کیا ان کے قلوب سے معلوم کیجئے جن کو خوش قسمتی سے یہ بابرکت لمحات حاصل ہوئے۔

حضرت اقدس کی روانگی کے وقت مولانا خیر محمد صاحب کی عجیب کیفیت

جناب مولانا خیر محمد صاحب حضرت والا کو پہنچا کر جس طرح اور جس حالت میں واپس لوٹے ہیں اس کی کیفیت ان کا دل ہی بتا سکتا ہے۔ گھر پر آ کر کیا دیکھتے ہیں کہ مستورات آبدیدہ ہیں خصوصاً ان کی اہلیہ تو اس قدر رو رہی ہیں کہ ضبط ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ سب حضرت والا کی شفقت و جذب عامہ کے کیف کا اثر تھا۔ دریافت کرنے پر مولانا خیر محمد صاحب کی اہلیہ نے کہا کہ دل تو یوں چاہتا ہے کہ حضرت والا اب ہمیشہ کے لئے یہیں رہیں۔ جب سے حضرت والا روانہ ہوئے ہیں کلیجہ نکلا جاتا ہے۔

مولانا خیر محمد صاحب اور دیگر حضرات کے تاثرات

مولانا خیر محمد صاحب فرماتے ہیں کہ جس مکان میں حضرت والا نے قیام فرمایا تھا بلا مبالغہ تقریباً ایک مہینے تک اس کے در و دیوار سے انوار محسوس ہوتے رہے۔ نیز ایک عالم حقانی نے (جو دوسرے شیخ سے ایک زمانے سے تعلیم سلوک بھی حاصل کر رہے ہیں) بیان کیا کہ حضرت کی نظر فیض اثر میں ایک نور اور رعب ایسا تھا کہ جب آپ کسی طرف مجلس میں نظر اٹھاتے۔ تو میرا کلیجہ بیٹھنے لگتا تھا اور دل میں خوف طاری ہو جاتا تھا۔ ایک اسکول ماسٹر نے بھی بعد میں کہا کہ میں حضرات دیوبند کے عقائد سے متنفر تھا لیکن حضرت والا کے چہرۂ

انور کی زیارت کرتے ہی تمام شکوک رفع ہو گئے۔ اور عقائد کی اصلاح ہو گئی۔ اب انہو ں نے حضرت والا کے مواعظ کا مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ مکاتبت بھی ہونے لگی ہے اور معاصی سے توبہ کر کے داڑھی بھی رکھ لی ہے۔

یہ ہیں وہ اثرات جو خاصان خدا کی مقدس صحبت ان کی بابرکت مجلس اوران کی زیارت سے بغیر ان کے ارادے اور قصد کے ظاہر ہوتے ہیں۔ اہل طلب کے قلوب کی بہ یک نظر اصلاح ہو جاتی ہے اوران کو پہلے ہی جام میں وہ کیف حاصل ہو جاتا ہے جو برسوں کی بادہ نوشی میں بھی ممکن نہیں اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے کیا سے کیا ہو جاتے ہیں۔ وصل

اول دور بزم میں آخر رنگ عیش دیکھ　　شیشہ ہے پاش پاش سا' جام ہے چور چور سا

لدھیانہ اسٹیشن پر

اب گاڑی جالندھر اسٹیشن سے روانہ ہو چکی ہے۔ اور حضرت والا اپنے خادموں' پرخلوص عقیدت مندوں اور محبت رکھنے والوں کے جذبات کا اثر لیتے ہوئے اپنے ہمراہیوں سے اس کا تذکرہ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ گاڑی لدھیانہ اسٹیشن پر پہنچی۔

مفتی محمد نعیم صاحب صدر کانگریس کمیٹی لدھیانہ کو حضرت والا کی تشریف آوری کی اطلاع ہو چکی تھی۔ انہوں نے عام اطلاع کر دی تھی اور ایسا انتظام کر دیا تھا کہ لدھیانہ اسٹیشن کا پلیٹ فارم زائرین ہی زائرین سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا' ہر شخص بیتابانہ زیارت کے لئے دوڑ رہا تھا۔ قریب پہنچنے کے لئے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتا تھا۔ ان عقیدت مندوں کے جذبات کا عجیب عالم تھا جو بڑھتا جا رہا تھا۔ حضرت والا ہی تیسرے درجے کے ڈبے میں جلوہ افروز تھے۔ مفتی محمد نعیم صاحب دیگر منتظمین اور تمام مخلص احباب نے عرض کیا کہ حضور والا چند منٹ کے لئے گاڑی کے باہر تشریف لے آئیں تا کہ زائرین اطمینان سے زیارت اور مصافحہ کر سکیں مگر حضرت والا نے اس کو منظور نہیں فرمایا' خیال تھا کہ اگر باہر آئیں گے تو اس ہجوم سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو گا۔ یہاں تک کہ گاڑی روانہ ہو جائے گی۔ یہ لوگ خوشامد اور روکنے کے لئے ہر امکانی کوشش کریں گے اور تمام انتظام سفر بے کار ہو جائے گا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کا ارادہ بھی یہی تھا' غرض حضرت والا گاڑی ہی میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو مصافحے سے سرفراز فرماتے رہے۔ قریب

آدھ گھنٹہ کے گاڑی ٹھہری اور مصافحہ کرنے والوں کی تعداد ختم نہ ہوئی۔ تمام پلیٹ فارم بھرا ہوا تھا نہ معلوم کس طرح ان اہل محبت نے چھوڑا اور گاڑی روانہ ہوئی۔

مولوی ظہور الحسن صاحب کے امرتسر سے جانے کے بعد حضرت اقدس نے ایک والا نامہ بھیج دیا تھا جس میں تحریر تھا کہ "یاد آتا ہے آپ نے لاہور میں رحم علی صاحب کی طرف سے دعوت کے لئے کہا تھا اگر میری صحیح یاد ہے تو ان سے دعوت کی منظوری کے لئے اطلاع کر دی جائے تاکہ وہ انتظام کر لیں میں جمعرات کے روز چار بجے دن کے گاڑی سے سہارنپور پہنچوں گا۔ مولوی منفعت علی صاحب کے یہاں قیام ہوگا" چنانچہ رحم علی صاحب کو مطلع کر دیا گیا۔

سہارنپور میں وُرُودِ مسعود

لدھیانہ سے روانہ ہوکر گاڑی چار بجے دن کے سہارنپور اسٹیشن پر پہنچی۔ لاہور سے سہارنپور تشریف لانے کی خبر عام ہو چکی تھی۔ خدام و معتقدین واپسی کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے روزانہ دریافت کرتے رہتے تھے کہ واپسی کب ہوگی؟ آخر خدا خدا کر کے وہ دن آ گیا کہ حضرت والا خدا کے فضل سے بعافیت سہارنپور رونق افروز ہوئے اسٹیشن پر استقبال کے لئے کافی مجمع موجود تھا۔ جناب مولانا حافظ عبداللطیف صاحب سابق ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور مولوی منفعت علی صاحب، مولوی ظہور الحسن صاحب مولوی سلیمان صاحب رنگونی مولانا فیض الحسن صاحب اور تمام احباب و خدام حاضر تھے۔

اسٹیشن سے روانہ ہوکر براہ راست مولوی منفعت علی صاحب ایم' ایل اے ایڈوکیٹ سہارنپور کے مکان پر برکت افزاء ہوئے۔ وہاں کچھ دیر ٹھہر کر شربت نوش فرمایا۔ عصر کی نماز پڑھی' وہاں سے تھوڑی دیر کے لئے نواب احمد علی صاحب کی درخواست پر ان کے مکان پر تشریف لے گئے' اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم قدیم میں قدم رنجہ فرمایا جناب مولانا عبدالرحمان صاحب کامل پوری (خلیفہ اقدس حضرت مدظلہم العالی) وصدر مدرس مدرسہ مظاہر العلوم اور مولوی اسعد اللہ صاحب (خلیفہ حضرت اقدس مولانا تھانویؒ وسابق ناظم مظاہر العلوم سہارنپور) کے بچوں سے مزاح فرماتے رہے۔ جناب ناظم صاحب اور دیگر حضرات سے گفتگو ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ نماز مغرب کا وقت قریب آ گیا' ارشاد ہوا کہ نماز

کا وقت قریب ہے ذرا استنجا سے فارغ ہولوں۔ جب حضرت والا بیت الخلاء کی جانب تشریف لے چلے تو ایک طالب علم ذوق وشوق میں مصافحے کے لئے بڑھا' اور اپنے ہاتھوں کو حضرت کے دست مبارک سے ملایا' حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ وقت مصافحے کا نہیں' جناب ناظم صاحب کو اس حالت میں مصافحہ کرنا اور حضرت والا کو خوامخواہ پریشان کرنا بے حد ناگوار ہوا۔ چنانچہ موصوف سے نہ رہا گیا اس طالب علم کے ایک چپت رسید فرمائی۔ حضرت والا کو اس پر بہت رحم آیا اور فرمایا ایسا نہ کیجئے۔ بیچارہ محبت سے مجبور ہے' پھر وہیں فریضہ مغرب ادا فرما کر مولانا فیض الحسن صاحب رئیس سہارنپور کے مکان پر کھانا تناول فرمانے تشریف لے گئے' واپسی میں سہارنپور آنے کے بعد مولوی ظہور الحسن صاحب نے اطلاع کر دی تھی کہ رحم علی صاحب نے دعوت کا انتظام کیا ہے' مگر مولوی منفعت علی صاحب کو افسوس ہے کہ میں اس سعادت سے محروم رہا جاتا ہوں حضرت والا نے ارشاد فرمایا منفعت پر رحم مقدم ہے' بہر حال دعوت کرنے والوں نے آپس میں طے کر لیا اور مولانا فیض الحسن صاحب کے نام قرعہ پڑا اور انہیں کے یہاں سے کھانا تناول فرمایا۔

سہارنپور سے تھانہ بھون کو روانگی

اس کے بعد سہارنپور کی چھوٹی لائن کے اسٹیشن پر تشریف لے گئے چھوٹے اسٹیشن کے قریب والی مسجد میں نماز عشاء کی امامت فرمائی تکبیر کے بعد مولوی اسعد اللہ صاحب سے فرمایا کہ اعلان کر دیجئے میں مسافر ہوں صرف دو رکعتیں ادا کروں گا۔ مقیمین اپنی نماز پوری فرما لیں' مولوی اسعد اللہ صاحب نے اعلان فرما دیا اور کافی جماعت کے ساتھ نماز ادا کی گئی۔

چھوٹی لائن پر محبین کا ہجوم

یہاں بھی ہجوم بہت زائد تھا۔ ایک بڑی جماعت نے تھانہ بھون تک ہمرکاب جانے کی سعادت حاصل کی۔ اس اسٹیشن پر بھی غالباً جناب حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور جناب مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم مولانا فیض الحسن صاحب رئیس سہارنپور مولوی منفعت علی صاحب ایم ایل اے ایڈوکیٹ سہارنپور مدرسین و طلبائے مدرسہ مظاہر العلوم اور شہر کے عمائدین و رؤسا نیز ہر طبقے اور پیشے کے اصحاب موجود تھے۔

تھانہ بھون میں واپسی

حضرت والا نے گاڑی میں بیٹھ کر دست مبارک کھڑکی سے باہر نکال لئے تھے اور حاضرین انتہائے عقیدت سے دست بوسی اور مصافحے کا شرف حاصل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ گاڑی روانہ ہوئی۔ اور گیارہ بجے شب کے بعد حضرت والا خدا کے فضل وکرم سے بعافیت تمام رونق افروز تھانہ بھون ہوئے اور اس طرح یہ تیسرا اتفاقی سفر بخیر وخوبی ختم ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالک

چند ملفوظات

اس سفر میں بھی برابر ملفوظات کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن افسوس ہے کہ کسی نے قلمبند کرنے کا خیال نہیں کیا ورنہ خلق اللہ کے لئے ایک مفید ذخیرہ جمع ہو جاتا۔

راقم الحروف نے جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری' جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری جناب حکیم عبدالخالق صاحب امرتسری' جناب مولوی اسعد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (خلفائے حضرت اقدس مدظلہم العالی) اور جناب مولوی ظہور الحسن صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سے باصرار عرض کیا کہ جو کچھ یاد آئے لکھوا دیجئے۔ یا خود تحریر کر دیجئے اور اس کی اہمیت بیان کی اس وقت ان حضرات کو بھی اس اہتمام نہ کرنے کا صدمہ ہوا پھر بھی اپنی یاد پر بہت زور دیا۔ جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری اور جناب حکیم عبدالخالق صاحب امرتسری کے ذہن میں چند باتیں آئیں جو روایت بالمعنی کے طور پر درج ذیل کی جاتی ہیں۔

جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کا بیان ہے کہ لاہور کے قیام میں ایک روز فرمایا:۔

محبت وبغض میں اعتدال

(۱) شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عالم سے مخالفت تھی' وجہ مخالفت یہ تھی کہ ان عالم صاحب نے ان کے پیر حضرت ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ کا رد کیا تھا' شیخ اکبر کو عالم خواب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تجھ کو فلاں عالم سے بغض ہے عرض کیا جی حضور' اس واسطے کہ ان کو میرے شیخ

ابومدین سے بغض ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عالم کو ہم سے محبت ہے یا نہیں؟ عرض کیا' ہے۔ اُس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب اس میں دونوں تعلق ہیں تو کیا وجہ تم نے اپنے شیخ کے بغض کے سبب سے تو اس سے بغض رکھا اور ہماری محبت کی وجہ سے اس سے محبت نہ کی اس تعلق کا کیا حق ادا کیا؟ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہو کر اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے۔ اور فوراً ان عالم صاحب کے پاس جا کر معافی طلب کی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ ان عالم صاحب نے حضرت ابومدین رحمۃ اللہ علیہ سے معافی طلب کی حضرت والا نے اس واقعے کو بیان فرما کر فرمایا کہ مجھ کو اس سے بیحد نفع ہوا' غصے اور رنج میں اعتدال ہو گیا۔

ابلیس سے مناظرہ کی ممانعت

(۲) ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوسہلؒ اور ابلیس کا ایک دفعہ باہمی مناظرہ ہوا۔ ابلیس نے کہا تم خواہ مخواہ مجھ پر لعنت ملامت کرتے ہو حالانکہ میں تو مرحوم ہوں۔ اس واسطے کہ میں شے ہوں اور ہر شے پر حق تعالیٰ کی رحمت محیط ہے' حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "**ورحمتی وسعت کل شئی**" حضرت ابوسہلؒ نے جواب دیا کہ تو مرحوم نہیں اس لئے کہ اس کے بعد تو قید ہے "**فسا کتبھا للذین یتقون**" (الایۃ) ابلیس بولا کہ قید تو مخلوق کے لئے ہے حق تعالیٰ قیود سے پاک ہے' ابوسہلؒ خاموش ہو گئے۔ اور جواب نہیں دیا اس کے بعد انہوں نے اپنے متعلقین سے وصیت فرمائی کہ ابلیس سے مناظرہ ہرگز نہ کیا جائے۔

اس بیان کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ ابلیس نے ان کے ذہن میں تصرف کر دیا تھا' جس کی وجہ سے جواب کی طرف ان کا ذہن منتقل نہ ہو سکا۔ پھر فرمایا حق تعالیٰ نے مجھ کو اس کا جواب القا فرمایا ہے رحمت کے دو رخ ہیں۔ ایک حق تعالیٰ کی طرف' وہ اتصاف ہے اور دوسرا مخلوق کی طرف' وہ تعلق تصرف وظہور ہے۔ اور قید ظہور کے ساتھ ہے۔ اول یعنی اتصاف میں اطلاق ہے تو اس بناء پر ابلیس قابل لعنت ہی رہا۔ مرحوم نہ ہوا۔ لیکن میں وصیت وہی کرتا ہوں جو حضرت ابوسہلؒ نے کی تھی کہ ابلیس سے مناظرہ نہ کیا جائے۔

اس بیان کے وقت سامعین کی عجیب کیفیت تھی۔ یہاں تک کہ دوسرے وقت خود

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ مولوی سلیمان' اور مولوی داؤد تو اس قدر محو و مصروف تھے کہ اپنی خوشی کو قابو میں نہیں رکھ سکتے تھے۔

جس چیز میں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو اس میں نور رہوتا ہے

(۳) لاہور میں ایک رات کو موٹر پر تفریح کے لئے تشریف لئے جا رہے تھے تو ہر طرف بجلی ہی بجلی کی روشنی' اس کی کثرت اور اس کی قطار نظر آئی' اس پر فرمایا کہ "اس روشنی میں ظلمات ہیں کیونکہ اس کو حق تعالیٰ سے انتساب نہیں" روشنی سے گزر کر جب کھلے میدان میں اندھیرا آیا تو فرمایا کہ "اس ظلمت میں نور ہے"۔

اب جناب حکیم بعد الخالق صاحب امرتسری کی روایت کے مطابق چند واقعات بغرض افادہ عام درج کئے جاتے ہیں خدا کرے مفید ثابت ہوں۔

بدنگاہی کا علاج

(۱) لاہور کے قیام کے زمانے میں ایک شخص کا خط آیا اس میں لکھا تھا۔ کہ نامحرم سے نظر کو روکنے میں بہت ہی تنگی اور گھٹن ہوتی ہے۔ گو بہت روکتا ہوں مگر نظر اٹھ ہی جاتی ہے۔ اس پر تحریر فرمایا کہ اب تم یہ دیکھ لو کہ یہ آسان ہے' یا عذاب جہنم؟ اور اس پر کہ نظر اٹھ ہی جاتی ہے تحریر فرمایا "کیوں جھوٹ بولتے ہو"۔

بیعت کے اصول

(۱) امرتسر جس روز تشریف لائے عام ملاقات کی اجازت تھی' ہر طرح کے لوگ زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس مجمع عام میں حضرت والا یوں معلوم ہوتے تھے جیسے ستاورں میں چاند۔

اور اسی وقت یہ فرمایا کہ "لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں بیعت میں تنگی کرتا ہوں حالانکہ بعض لوگ جب میرے پاس آتے ہیں ان کے آتے ہی پہلی درخواست پر بیعت کر لیتا ہوں۔"
اور بعض کے متعلق دل چاہتا ہے کہ یہ درخواست کریں اور بعض سے طبیعت مدت تک رکی رہتی ہے۔ اس سارے معاملہ میں دراصل دو اصول میرے مدنظر ہیں ان کے بغیر بیعت کا سا اہم تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک تو میں اخلاص دیکھتا ہوں دوسرے فہم صحیح جس شخص میں ان

دونوں باتوں کا پہلی ملاقات میں مجھے علم ہو جائے میں اس کو بیعت کرنے سے انکار نہیں کرتا اور جس میں مدت تک بھی یہ باتیں مجھے معلوم نہ ہوسکیں اس سے انکار ہی ہوتا رہتا ہے۔

جذبات کی رعایت

(۴۳) لاہور میں چونکہ حضرت والا کا قیام دانت بنوانے کی غرض سے تھا اس لئے نئے لوگوں سے ملاقات نہیں فرماتے تھے۔ تاکہ ہجوم ہونے سے اصل مقصد میں رکاوٹ نہ ہو۔ صرف ان لوگوں سے ملاقات فرماتے تھے جن کو پہلے سے تعلق تھا اور اس وجہ سے لوگ بہت دور دور سے بھی آ کر ملاقات سے شرف یاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ ایک عجیب واقعہ میرے سامنے پیش آیا اس سے معلوم ہوگا کہ حضور کو آنے والے کے جذبات کی کس قدر رعایت تھی۔

ہوشیار پور سے دو شخص ملنے آئے ایک تو حضرت سے متعلق تھے اور دوسرے بالکل نئے۔ مگر تھے معتقد اور صاحب فہم' دونوں نے باہر سے رقعہ لکھا جس میں ملاقات کی درخواست تھی اور ایک ہی کاغذ پر دونوں کی علیحدہ علیحدہ درخواستیں تھیں۔ حضرت والا کے اصول کے مطابق اس کو اجازت ملنا چاہیے تھی جو حضرت سے متعلق تھا دوسرے کو نہیں' حضرت والا نے مولوی محمد حسن صاحب کو وہ پرچہ عنایت فرما کر ارشاد کیا کہ ایک کو اجازت ہے مگر اس بات کو دوسرے کے سامنے نہ کہیئے گا جب دوسرا چلا جائے تب پہلے کو اجازت سے مطلع کر دیجئے گا۔ اور اگر دونوں چلے جائیں تو کچھ نہ کہیں کیونکہ اس واقف نے اپنی درخواست کو ناواقف کی درخواست کے ساتھ کیوں لکھا' چنانچہ مولوی محمد حسن صاحب بار بار دیکھنے آتے اور ناواقف کو اس کے پاس دیکھ کر واپس ہو جاتے۔ جب ناواقف انتظار کر کے چلا گیا تب اس کو اس حکم سے مطلع کیا گیا''۔

سبحان اللہ دوسرے شخص کی دل شکنی کی کس قدر رعایت کی گئی۔ اور اس دوسرے شخص کو جب معلوم ہوا کہ میرے بعد اس کو اجازت ہوگئی اور اتنی دیر صرف میری رعایت کی وجہ سے اجازت مخفی رکھی گئی وہ بے حد مسرور ہوا۔ اس اصول پر عمل کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ ایک معمولی شخص جس سے پہلے سے واقفیت ہے حضرت والا سے ملاقات کر سکتا تھا اور ایک بڑے مقتدر شخص یا موقر عالم کو جن سے واقفیت نہ تھی یا جن کا معاملہ حضرت والا سے صاف نہ تھا ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔

اہل امرتسر کے ساتھ شفقت کا برتاؤ

(۴) امرتسر جانے سے قبل متعدد بار فرمایا۔ کہ مجھے امرتسر کے لوگوں سے محبت کی بو آتی ہے اور لاہور میں تو بجز الحاد اور دہریت کے کچھ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ لاہور سے واپسی میں جب حضرت والا کی گاڑی امرتسر اسٹیشن پر پہنچی تو لوگوں کو قصداً اس کی اطلاع نہیں کی گئی تھی کیونکہ ہجوم سے حضرت والا کو تکلیف ہوتی ہے تاہم مجمع کافی ہو گیا۔ گاڑی ٹھہرتے ہی بعض لوگ اس ڈبے میں داخل ہو گئے۔ جس میں حضرت والا رونق افروز تھے اور حضرت والا کے داہنے دست مبارک سے مصافحہ شروع کر دیا۔ اور جو باہر رہے انہوں نے بائیں دست مبارک کو کھڑکی میں سے لے کر چومنا شروع کیا۔

جناب حکیم عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے پانی پیش کیا تو فرمایا میں کس طرح پیوں دونوں ہاتھ تو رکے ہوئے ہیں اس پر اصرار داہنا دست مبارک گاڑی کے اندر سے خالی کرایا گیا حضرت والا پانی بھی پیتے رہے اور مشتاقین سے مصافحہ بھی فرماتے۔ کسی کو بھی منع نہیں فرمایا۔ یہ نتیجہ تھا اصحاب امرتسر کے خلوص کا، جس کے باعث حضرت والا پر اس تکلیف کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ حضرت والا کے تشریف لے جانے کے بعد کئی دن تک بازاروں میں لوگ تذکرہ کرتے رہے کہ ہم تو ڈرتے تھے مگر حضرت والا نے ایسی عام شفقت فرمائی جس کی نظیر نہیں ملتی۔

حضرت والا بھی اہل امرتسر کی محبت سے متاثر تھے

جناب حکیم عبدالخالق صاحب نے حضرت والا کی خدمت مبارک میں لکھا کہ "اہل امرتسر حضور کی عنایت عامہ سے بہت خوش ہیں" اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ "میں خود ان کی محبت سے بے حد متاثر ہوں۔"

اب یہاں سے میں لاہور کے سفر کا تذکرہ ختم کرتا ہوں۔ اور اس سفر کے واقعات شروع کرتا ہوں جو اس تمہید کا مقصود اصلی ہیں۔

سفرنامہ لکھنؤ

لکھنؤ کا سفر جو صرف معالجے کی غرض سے ہوا' مختلف وجوہ سے حضرت والا کے سوانح حیات میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اولاً اس وجہ سے کہ گذشتہ پندرہ سال کے طویل عرصے میں اول تو کہیں سفر ہی نہیں فرمایا اور جو تین سفر اتفاقیہ ہوئے بھی ان میں کسی جگہ اتنا قیام نہیں فرمایا۔ سہارنپور کے دو سفر تو ہمروزہ واپسی پر مشتمل تھے۔ اور لاہور میں کم وبیش صرف دو ہفتہ قیام ہوا تھا۔

لکھنؤ کا فخر

یہ فخر لکھنؤ ہی کو حاصل ہے کہ وہاں تقریباً ڈیڑھ ماہ تک انوار و برکات کی بارشیں ہوتی رہیں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ حضرت والا نے تمام اہل شوریٰ کی رائے کے ساتھ دوسرے مقامات کے مقابلے میں معالجے کے لئے لکھنؤ ہی کو پسند ومنتخب فرمایا اور سخت علالت کی حالت میں لکھنؤ اور اہل لکھنؤ پر اعتماد کیا گیا۔ تیسرے اس وجہ سے کہ لکھنؤ کی آب و ہوا حضرت والا کے مزاج اقدس کے موافق آئی۔ لکھنؤ میں پہنچتے ہی بغیر کسی دوا کے استعمال کے طبع مبارک میں تقریباً وہ نشاط' شگفتگی' اور بشاشت نمودار ہونے لگی' جو حالت صحت میں رہتی تھی چوتھے اس وجہ سے کہ گو اس کے قبل بھی حضرت والا کے اقدام میمنت الیتام نے سرزمین لکھنؤ کو شرف و اعزاز بخشا ہے لیکن خدام کے علاوہ عقیدت مند حضرات پر انس ومحبت کی ارزانی فرمائی گئی۔ اس سے قبل اس کا عشر عشیر بھی اثر نہ تھا۔ حتیٰ کہ کانپور جو طویل قیام کی وجہ سے یک گونہ حضرت والا کے وطن مالوف ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس خاص توجہ اور مورد محبت ہونے میں لکھنؤ سے کہیں پیچھے رہ گیا۔ فکفی بہ' فخرا او افتخارا او مباھاۃ و ابتھا حیا ورسب سے زیادہ فخر کی بات تو یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لکھنؤ

ہی میں صحت کاملہ عطا فرمائی۔ اوراس سخت مرض اور خطرے سے نجات بخشی۔ جس کی وجہ سے ہر شخص پریشان ہورہا تھا۔ حضرت والا بار بار فرماتے ہیں

''میں نے مجبوریوں کی وجہ سے اہل لکھنؤ سے بے اعتنائی کی' ملاقات میں پابندیاں عائد کردیں' ظاہرا سختی کا برتاؤ کیا' مصافحے تک کی اجازت نہیں دی اس پر بھی ان حضرات نے جس محبت اور خلوص کا برتاؤ میرے ساتھ کیا ہے اس کو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ اوراب اکثر لکھنؤ یاد آتا ہے''

اگر ناسازی مزاج کی حالت نہ ہوتی اور حکماء و ڈاکٹر صاحبان سخت ممانعت نہ کرتے تو حضرت والا کا کریمانہ اخلاق کسی طرح مانع نہ ہوتا۔ ایسے اہم امور ہیں جن کی وجہ سے لکھنؤ کا سفر خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اور مدت دراز تک آسانی سے بھلایا نہیں جا سکتا۔

مرض کا حملہ

واقعہ یہ ہے کہ شنبہ ۱۱ جون ۱۹۳۸ء کا دن گزرنے کے بعد ۱۲ جون ۱۹۳۸ء کی شب میں دو بجے کے وقت حضرت اقدس پیشاب کے لئے اٹھے' استنجا پاک کر کے کھڑے ہونے کا قصد فرمایا کہ ایک دم سے دماغ خالی معلوم ہوا اس کے بعد بیہوش ہو گئے۔ اب جب ہوش آیا تو اپنے کو زمین پر پڑا پایا اس لئے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ کھڑے کھڑے گرے یا بیٹھے بیٹھے بیہوش ہو گئے۔ گرنے کی وجہ سے داہنی پسلی سر اور کہنی میں چوٹیں آ گئیں' جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ غالباً کھڑا ہونے کے بعد گر کر بیہوش ہوئے کیونکہ چوٹیں سخت تھیں۔ پھر اجابت معلوم ہوئی اب ہوش آ گیا تھا لیکن نقاہت بے حد تھی بمشکل تمام خود اٹھ کر بیت الخلاء تشریف لے گئے ابھی تک کسی کو اطلاع نہیں۔

دوسروں کی تکلیف کا خیال حالت مرض میں

اور حضرت والا کا معمول بھی ہے کہ جب تک خود کوئی کام کر سکیں یا انتہائی مجبوری نہ ہو اس وقت تک کسی کو مطلع نہیں فرماتے۔ دوسرے کی تکلیف کا بے حد خیال اور لحاظ رہتا ہے اور یہی وجہ تھی جو اس وقت بھی مانع ہوئی حضرت والا نے بیت الخلاء جانے کا قصد تو فرمایا لیکن برابر خوف رہا کہ کہیں اندر گر نہ جاؤں مگر خدا کا شکر ہے کہ جب تک فراغت نہ ہو گئی چکر تک محسوس نہیں ہوا۔ رفع حاجت کے بعد بیت الخلاء سے باہر قدم رکھتے ہی اس قدر

ضعف محسوس ہوا کہ ایک قدم اٹھانا مشکل ہو گیا' مجبوراً وہیں زمین پر بیٹھ گئے اور جب بیٹھا بھی نہ گیا تو وہیں زمین پر لیٹ گئے کچھ دیر بعد ہمت کر کے نماز کے چبوترے پر جو اس جگہ سے قریب ہی تھا جا کر لیٹ گئے۔ اب ہوش تو تھا مگر طاقت نہ تھی اسی حالت میں خود اپنی نبضیں دیکھیں' نبضوں کا پتا نہ چلتا تھا' تمام بدن سرد تھا اور پسینے پر پسینا آ رہا تھا جب اس حالت میں قدرے افاقہ ہوا تو بمشکل تمام اپنے پلنگ پر پہنچے چونکہ اس گرنے اور زمین پر لیٹنے میں تمام مٹی وغیرہ لگ گئی تھی اور طبیعت بیحد منغض تھی اس لئے بجبوری جناب[1] چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو آواز دے کر جگایا۔

حالت مرض میں بھی اصول کا خیال

اللہ اللہ ایسی حالت میں بھی یہ خیال کہ کسی کو تکلیف نہ ہو خود ہی خداداد ہمت سے کام لیتے رہے' لیکن اب چونکہ اس ناگہانی اور نامعلوم دورے کا اثر پورا ہو چکا تھا طاقت بھی کم ہو گئی تھی اور مٹی وغیرہ لگ جانے سے طبیعت میں ناقابل برداشت انقباض بھی تھا اس لئے دوسروں کے جگانے کی ضرورت ہوئی تاکہ پانی کا انتظام ہو جائے تو غسل کیا جائے اور اس خیال سے کہ گرم پانی کرنے میں اس وقت زیادہ تکلیف ہوگی ٹھنڈے پانی ہی سے غسل کرنے کے لئے تیار ہو گئے کیا ایسی نظیر ایسی ہمت کی مثال کوئی دوسری پیش ہو سکتی ہے۔

طہارت کا خیال حالت مرض میں

اس انتہائی ضعف اور ایسے سخت دورے کی حالت میں بھی یہ خیال کہ کہیں بدن پر کوئی چیز ایسی نہ لگ گئی ہو جو ناپاک ہو ایک لحہ کیلئے بھی گوارا نہ فرمایا کہ بدن کو پاک کر کے اطمینان نہ کر لیا جائے خواہ غسل نقصان ہی کیوں نہ کرے۔ یہاں تک کہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے مگر گھر میں اصرار کر کے پانی گرم کر دیا اور اسی وقت اور اسی ضعف کی حالت میں غسل فرما کر لیٹ گئے۔ اس وقت ضعف نیز لاعلمی کی وجہ سے پوری کیفیت بھی ظاہر نہ فرما سکے۔ اس نازک حالت' شدید ضعف اور دورے کے وقت بھی اصول و انتظام کا

---

[1] بفضلہ تعالیٰ مرحومہ ابھی تک بقید حیات ہیں اور لاہور میں تشریف فرما ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمادیں اور مزید دراز فرمادیں (آمین) ش

برابر خیال رہا یہاں تک کہ استنجے سے فارغ ہونے کے بعد باوجود انتہائی نقاہت کے لوٹا جہاں رکھا تھا وہیں رکھا' پانی جس گھڑے سے لیا تھا اس کو دیکھ لیا کہ ڈھکا ہوا ہے یہ نہیں کیا جہاں استنجا کیا تھا لوٹا وہیں چھوڑ کر تشریف لے آتے' یا گھڑا کھلا ہوا رہتا۔

عزیزوں کی راحت و آرام کا خیال

جناب چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا نے بے حد پریشان ہو کر چاہا کہ عزیزوں کو اس واقعے کی اطلاع کر دی جائے مگر حضرت والا نے محض اس لئے کہ ابھی رات باقی ہے تکلیف ہوگی کسی کو خبر نہیں کرنے دی۔ حالانکہ پسلی سر اور کہنی میں جہاں چوٹیں لگی تھیں کافی تکلیف تھی۔ پھر بھی چند اعزاء کو خبر ہو ہی گئی اور جناب مولانا ظفر احمد صاحب' جناب مولوی شبیر علی صاحب' حافظ ناظر حسن صاحب اور جناب پیر جی ظفر احمد صاحب (حضرت والا کے خسر صاحب) اور ان کی اہلیہ صاحبہ نماز فجر سے پہلے پہنچ گئیں۔

صبح کو بعد نماز تو سب ہی کو اطلاع ہو گئی دیکھا تو پسلیوں پر نیل پڑے ہوئے ہیں کہنی پر خراش ہے سر میں دو جگہ گومڑے پڑے ہیں چہرہ مبارک پر ورم ہے۔ اور ضعف کی تو کوئی انتہا نہیں۔ اسی وقت حکیم انوار الحق[1] صاحب کو بلایا گیا انہوں نے نبض وغیرہ دیکھ کر تبخیر معدہ تجویز کر کے چند اجزا ہاضم تجویز کر دئے اور چوٹوں پر مخصوص دوائیں لگانے کی ہدایت کی۔

مرض میں زیادتی اور علاج

۱۲ جون ۱۹۳۸ء کو دن بھر کوئی افاقہ نہیں ہوا' بلکہ تکلیف میں زیادتی ہوتی رہی۔ حکیم انوار الحق صاحب یہ سمجھ کر کہ معمولی تبخیر ہے دوا دے کر اپنی ضرورتوں کی وجہ سے قصبے سے باہر چلے گئے چونکہ حضرت والا کا یہ معمول ہے کہ دو علاجوں کو ملاتے نہیں اور بغیر طبیب کی رائے کے کوئی دوا استعمال نہیں فرماتے۔ اس لئے تمام دن کوئی دوا نہیں دی جا سکی اور حکیم صاحب کا برابر انتظار ہی ہوتا رہا۔

حکیم صاحب عشاء کے وقت واپس آئے اس وقت صبح سے زیادہ تکلیف تھی یہ حالت دیکھ کر حکیم صاحب کو اپنی غیر حاضری پر نہایت شرمندگی اور افسوس ہوا۔ معافی چاہی اور دوسرا

---

[1] بفضلہ تعالیٰ حضرت کے یہ معالج ابھی تک زندہ ہیں اور لطیف آباد حیدرآباد میں قیام ہے (وکیل احمد شروانی)

نسخہ تحریر کیا اسی وقت دوائیں مہیا کر کے استعمال کرائی گئیں پسلی پر باندھنے کے لئے ایک لبدی تجویز کی جس کو فوراً تیار کر کے باندھا گیا۔ رات کو نیند کم آئی اور ضعف برابر بڑھتا گیا۔

ڈاکٹری دواؤں سے احتراز

۱۳ جون ۱۹۳۸ء کی صبح کو نقاہت کا یہ عالم تھا کہ چاہتے تھے بغیر دیکھے تلاوت کریں الفاظ کا ادا ہونا مشکل ہو رہا تھا۔ اس حالت کو دیکھ کر تیمارداروں کو پریشانی ہوئی اور حضرت والا سے کسی ڈاکٹر کے لانے کی اجازت چاہی چونکہ حضرت والا ڈاکٹری دواؤں کے استعمال کو پسند نہیں فرماتے اس لئے اجازت کی ضرورت ہوئی۔ مگر حضرت اقدس نے ان الفاظ کے ساتھ انکار فرمادیا کہ اگر ڈاکٹر کو بلا کر ان کی دوا استعمال نہ کی گئی تو ان کی دل شکنی ہوگی اور اگر انہوں نے کوئی دوا دی تو اس میں شبہ رہے گا عرض کیا گیا کہ ڈاکٹر کو صرف تشخیص کے لئے بلایا جائے گا اور ان سے وہیں کہہ دیا جائے گا کہ آپ کی دوا کا استعمال کرنا ضروری اور لازمی نہیں۔ غرض بے حد اصرار کے بعد ڈاکٹر کے بلانے کی اجازت عطا ہوئی چونکہ تھانہ بھون میں کوئی معمولی ڈاکٹر بھی نہیں اس لئے اسی ۱۳ جون کو تین بجے دن کے گاڑی سے ڈاکٹر کے لانے کے لئے جناب مولوی شبیر علی صاحب سہارنپور تشریف لے گئے۔ اور مولوی منفعت علی صاحب کے مشورے سے ڈاکٹر برکت علی صاحب کو دوسرے روز دوپہر کی گاڑی سے لے آئے۔

ضعف کی زیادتی

ڈاکٹر صاحب نے بلڈ پریشر کا آلہ لگا کر بتایا کہ بلڈ پریشر کی زیادتی کی وجہ سے یہ حالت ہوئی اور بہت سخت تاکید کے ساتھ کسی کام یا کسی قسم کی جنبش یا کسی طرح کی فکر اور رنج و غصہ یا شدید ضرورت کے سوا زیادہ بات کرنے کی ممانعت کی۔ اور غذا وغیرہ میں بہت احتیاط بتائی۔ دوا میں دو قسم کی گولیاں تجویز کیں اور اس کا بہت زیادہ اطمینان دلایا کہ ان میں کوئی جز ومشتبہ نہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ دوا کی اتنی ضرورت نہیں جتنی کہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

حضرت والا کو اس دورے سے قبل کثرت بول' اور نیند نہ آنے کی بھی شکایت تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ تجویز کیا کہ صرف آرام کرنے ہی سے ان شاء اللہ دونوں شکایتوں میں کمی ہو

جائے گی۔ اعانت کے لئے یہ گولیاں بھی دیئے دیتا ہوں اور یہ بھی تیماردار کو علیحدہ لے جا کر کہا کہ فالج کا اندیشہ ہے اس کا خطرہ قریب ہے احتیاط بہت ضروری ہے۔

غرض گولیاں استعمال میں لائی گئیں دو روز تک تو نیند پورے طور پر آئی اور پیشاب میں بھی کمی محسوس ہوئی لیکن دو روز کے بعد باوجود ان دواؤں کے استعمال کے یہ دونوں شکایتیں حسب سابق عود کر آئیں اور ضعف بڑھ گیا مجبوراً ان دواؤں کو چھوڑنا پڑا اور جناب حکیم خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی طرف جو اتفاق سے خانقاہ ہی میں مقیم تھے۔ رجوع کیا گیا انہوں نے کچھ اجزاء معدے کی اصلاح کے لئے دیئے اور مثل دواء المسک اور خمیرہ جواہر والا کے کچھ دوائیں قوت کے لئے تجویز کیں۔ ان دونوں کا استعمال جاری رہا اور ان سے کچھ افاقہ بھی شروع ہوا۔

حالت مرض میں نماز جمعہ کے لئے اصرار

۱۷ جون ۱۹۳۸ء کو جمعہ تھا۔ چونکہ بوجہ ضعف اس وقت تک نمازیں مکان ہی پر پڑھتے تھے اور باوجود قوت نہ ہونے کے ہمت کر کے کھڑے ہو کر ہی ادا کرتے اور برابر یہی کوشش فرماتے تھے کہ کوئی معمول بھی ناغہ نہ ہو۔ یہ معلوم کر کے کہ آج جمعہ ہے فرمایا جمعہ کی نماز میں ضرور پڑھوں گا خدام نے باصرار عرض کیا کہ ڈاکٹر معمولی حرکت کو بھی منع کر گئے ہیں۔ اور نماز جمعہ کیلئے مسجد تک جانے میں حرکت زیادہ ہوگی' نقصان کا اندیشہ ہے مگر حضرت والا نے فرمایا کہ جمعہ چھوڑنے کو تو دل کسی طرح گوارا نہیں کرتا' پیدل مسجد جانے کیلئے مستعد ہو گئے۔ مگر خدام کے التماس واصرار پر میانے میں تشریف لے جانے اور بجائے خانقاہ کی مسجد کے مکان کے قریب حوض والی مسجد میں جس میں ہمیشہ جمعہ ہوتا ہے نماز جمعہ ادا کرنا منظور فرمایا۔ وہ بھی صرف دوسروں کی خاطر سے بادل نخواستہ اس طریقے سے تشریف لے جانے کو روا رکھا اور ارشاد کیا کہ اس میں ایک قسم کی امتیازی شان معلوم ہوتی ہے جس سے ایک قسم کی گرانی پیدا ہو جاتی ہے غرض اس طرح نماز سے فراغت کے بعد مکان پر تشریف لے آئے۔

ڈاکٹر کا انتظام

چونکہ ڈاکٹر صاحب نے ڈاک کے کام کو دیکھ کر سختی کے ساتھ اس سے منع کر دیا تھا اس

لئے جس روز سے دورہ پڑتا تھا ڈاک حضرت والا کی خدمت گرامی میں نہیں بھیجی جاتی تھی بلکہ جناب مولوی شبیر علی صاحب ڈاک کو دیکھ کر جواب میں یہ عبارت تحریر فرما دیتے تھے کہ ''حضرت والا کو چند روز کے لئے ڈاکٹروں اور طبیبوں نے مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے اسی لئے آج کل حضرت والا ڈاک بھی خود ملاحظہ نہیں فرماتے۔ آپ اس خط کو دس روز بعد ارسال فرمائیں اور یوں تو بحمد اللہ حضرت والا کی طبیعت اچھی ہے۔

دو روز یعنی ۱۳ جون تک تو یہی انتظام رہا لیکن جب دیکھا گیا کہ اس سے حضرت کو سخت گرانی ہوتی ہے اور خود بھی فرمایا کہ میرے تعلقات بعض لوگوں سے ایسے ہیں کہ ان کو اگر اس طرح اطلاع ملی تو سخت پریشان ہوں گے اور مزاج پرسی کے لئے آجائیں گے۔ ڈاکٹر نے زیادہ ملنے جلنے سے منع کیا ہے۔ تو ان لوگوں کے آنے پر ایک ہجوم ہو جائے گا اور ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل نہ ہو سکے گا۔ جس سے بجائے فائدے کے نقصان ہوگا اس خیال سے جو دماغ پر اثر ہے وہ خود مضر ہے اس لئے یہ مناسب ہے کہ ڈاک مجھ کو دکھا دی جایا کرے۔ اس میں جو خطوط ایسے لوگوں کے ہوں گے ان کے جواب میں خود لکھوا دیا کروں گا باقی خطوط کے جواب میں وہی اطلاعی تحریر لکھ کر روانہ کر دی جایا کرے۔ چنانچہ ۱۴ جون ۱۹۳۸ء سے یہی معمول ہو گیا اور جو خطوط حضرت والا چھانٹ دیتے تھے ان کے جواب جناب مولانا ظفر احمد صاحب لکھو دیتے تھے یہ معمول ۲۰ جون ۱۹۳۸ء تک رہا۔ اس کے بعد حسب ذیل اطلاع حضرت والا نے چھپوالی جن خطوط میں ضرورت ہوتی تھی ان میں یہ پرچہ مطبوعہ خود رکھ دیتے تھے بقیہ خطوط کے جواب اپنے قلم سے تحریر فرما دیتے تھے وہ اطلاع یہ ہے۔

طریق تسہیل خدمت سالکین سبیل

(مطبوعہ اطلاع)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بوجوہ چند مثل زیادت سن وغیرہ عرصے سے مجھ میں کام کرنے کی طاقت نہ تھی مگر اپنی ہمت سے کام کرتا تھا۔ آخر کار اس سے نقصان عظیم ہوا۔ جس سے بعض خطرناک سخت حالات پیش آئے۔ اس سے میں نے خود بھی محسوس کیا اور ڈاکٹروں اور طبیبوں نے بھی سخت

تاکید کے ساتھ مشورہ دیا کہ کام کرنا بالکل چھوڑ دیا جائے اس لئے میں نے ڈاک کا لکھنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ مگر طالبوں کی سہولت کے لئے ذیل میں اپنے چند مجازین کے نام لکھتا ہوں جن کی طرز تعلیم پر مجھے اعتماد ہے ان میں سے جن صاحب سے جی چاہے اپنی تربیت متعلق کرلیں لیکن صرف دریافت خیریت وطلب اجمالی دعا یا بعد تکمیل شرائط درخواست کے بیعت کے لئے دو سطریں لکھنے کی اجازت ہے۔ والسلام وہ نام یہ ہیں۔

(۱) مولوی محمد عیسیٰ صاحب، موضع محی الدین پور، ڈاک خانہ بینڈارہ ضلع الٰہ آباد

(۲) مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب شہر میرٹھ محلّہ کرم علی۔

(۳) مولوی ظفر احمد صاحب تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

(۴) مولوی محمد حسن صاحب، امرتسر مسجد خیر الدین

(۵) مولوی عبدالغنی صاحب، پھولپور، ضلع اعظم گڑھ، مدرسہ روضۃ العلوم

(۶) مولوی خیر محمد صاحب مدرسہ خیر المدارس جالندھر شہر

(۷) مولوی وصی اللہ صاحب، فتح پور تال نرجا، ڈاک خانہ ندوا سرائے ضلع اعظم گڑھ

(۸) حقداد خاں صاحب پنشنر، مولوی گنج لکھنؤ

(۹) مولوی ولی محمد صاحب مدرس مدرسہ قادریہ حسن پور ضلع مرادآباد

(۱۰) مولوی مسیح اللہ صاحب، حال مدرس مدرسہ عربی جلال آباد ضلع مظفر نگر

(۱۱) مولوی نور بخش صاحب، نواکھالوی، مدرسہ صوفیہ، پوسٹ بھیروار ہاٹ، ضلع چاٹگام اور بھی بہت سے حضرات ہیں جن کی فہرست اشرف السوانح حصہ سوم کے اخیر میں شائع ہوئی ہے مگر نمونہ کے طور پر بعض ان اصحاب کے نام لکھ دیئے ہیں جن سے جواب جلدی مل جانے کی غالب توقع ہے۔ اگر ان کے علاوہ بوجہ مناسبت کے دوسرے مجازین سے رجوع کریں اجازت ہے۔

فقط

اشرف علی تھانہ بھون

سلہ ان گیارہ حضرات میں سے اب صرف حضرت اقدس مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب مدظلہ ودامت برکاتہم ہی بقید حیات ہیں دعا ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ حضرت موصوف کے سایہ کرم کو یا یں فیوض وبرکات ہمارے سروں پر ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھیں آمین ثم آمین

طبیعت کا نظام اب تک درست نہیں ہوا تھا، کبھی مرض میں زیادتی ہو جاتی تھی، اور کبھی کمی، حکیم انوار الحق صاحب کے علاج کے بعد اول ڈاکٹری دوا ہوئی۔ پھر حکیم خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی۔ کچھ دنوں کے بعد حاجی دلدار خاں صاحب رئیس و تاجر کانپور کو جو حضرت والا کے قدیم خادم اور محبت وعقیدت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان حالات کی اطلاع دی گئی اور لکھا گیا کہ وہ اپنے خویش ڈاکٹر حاجی عبدالصمد صاحب کو (جو کانپور کے ایک نہایت مشہور، تجربہ کار اور کامیاب ڈاکٹر نیز صوبائی اسمبلی کے ممبر ہیں) یہ تحریر دکھا کر جو ان کی تشخیص، رائے اور تجویز ہو اس سے مطلع کریں۔ ڈاکٹر عبدالصمد صاحب نے فالج کا اندیشہ ظاہر کیا اور پھلوں کے عرق کے پینے کا مشورہ دیا۔

ڈولی پر خانقاہ میں تشریف آوری

۲۴ جون ۱۹۳۸ء سے حضرت والا ڈولی پر خانقاہ تشریف لانے لگے، یہ ڈولی کہ اور ن والی عام ڈولی نہ تھی بلکہ ایک کھٹولے کو ڈولی بنا لیا گیا تھا۔ اور حضرت والا کے ملازم نیاز خاں صاحب اور محمد سلیمان صاحب اس کو لے آتے اور لے جاتے تھے۔ لیکن اس خیال سے کہ خانقاہ کے پھاٹک کے سامنے زمین کچھ ڈھالو ہے اور وہاں ڈولی کو لے کر چڑھنے میں اٹھانے والوں کو تکلیف ہوگی حضرت والا سڑک ہی پر سے اتر کر پیدل اندر تشریف لاتے تھے۔ مگر ضعف کا یہ عالم تھا کہ قدم قدم پر ڈگمگا جاتے تھے، ظہر سے عصر تک اور اگر ضعف زیادہ محسوس ہوا تو عصر سے پہلے ہی اسی ڈولی میں مکان واپس تشریف لے جاتے تھے۔

۲۶ جون ۱۹۳۸ء سے ڈاکٹر عبدالصمد صاحب کی ہدایت کے موافق پھلوں کا عرق استعمال کرنا شروع کیا۔ جس سے بے حد فرحت ہوئی غذا چونکہ کچھ نہیں ہوتی تھی اس لئے ان پھلوں کے عرق کی وجہ سے کچھ قوت محسوس ہونے لگی۔

مرض کا دوسرا حملہ

۱۰ جولائی ۱۹۳۸ء سے پھر کچھ دورے کے آثار شروع ہوئے جس کی ابتداء اسہال سے ہوئی لہٰذا حکیم انوار الحق صاحب کے مشورے سے پھلوں کا عرق بند کر دیا گیا اور دوائیں

استعمال کے بند کرنے کی دی گئیں جنسے اسہال میں کمی تو ہوئی مگر بالکل بند نہیں ہوئے۔ اور پیشاب کی مقدار بہت کم ہوگئی۔

۲۱ جولائی ۱۹۳۸ء کی شب میں کچھ ہلکا سا چکر محسوس ہوا اور صبح تک چہرے پر ورم بہت زیادہ نمایاں ہوگیا!! بجے دن کو دماغ پر بے حد اثر پڑا' یہاں تک کہ گھر والوں کو نہیں پہچانتے تھے' صرف ہلکی آواز میں اتنا پوچھ لیتے تھے کہ یہ کون ہیں؟ یہ حالت دیکھ کر ہر ایک پریشان ہو گیا۔ ۸ بجے دن کی گاڑی سے ایک صاحب کو میرٹھ روانہ لیا' تاکہ جناب حکیم محمد مصطفیٰ صاحب (جو حضرت اقدس کے نہایت قدیم خادم ہیں صاحب اجازت ہیں) کے بھائی کو علاج کے لئے فوراً میرٹھ سے لے آئیں۔ چونکہ حکیم محمد مصطفیٰ صاحب دس ماہ سے کولہے کی ہڈی ٹوٹ جانے کی وجہ سے سفر نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے حکیم صاحب کے بھائی کو بلانے کی تجویز ہوئی میرٹھ پہنچ کر معلوم ہوا کہ حکیم صاحب کے بھائی حکیم محمد الیاس صاحب شاہجہانپور گئے ہوئے ہیں۔ لیکن خود جناب حکیم محمد مصطفیٰ صاحب اب اس قابل ہوگئے ہیں کہ کچھ چل پھر سکیں' اور ہڈی بھی جڑ گئی ہے اس لئے وہ خود بے تاب و بے قرار ہوکر باوجود معذوری کے ۲۳ جولائی ۱۹۳۸ء کو ساڑھے تین بجے دن کی گاڑی سے تھانہ بھون پہنچ گئے۔

۲۴ جولائی ۱۹۳۸ء سے جناب حکیم محمد مصطفیٰ صاحب کا علاج شروع ہوا' حکیم صاحب نے معدہ' جگر اور گردے کی خرابی بتائی' اور فرمایا کہ میرے نزدیک صرف انہیں چیزوں کی خرابی کی وجہ سے یہ مرض ہوگیا ہے اور کوئی خرابی نہیں۔ بلڈ پریشر کے متعلق مجھے کچھ تحقیق نہیں' اس لئے اس کا علاج میں نہیں کر سکتا' جو میری تشخیص ہے اس کا علاج کر سکتا ہوں۔ غرض جناب حکیم صاحب موصوف نے علاج شروع کر دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ قارورے میں جو نہایت خراب ہوگیا تھا مکدر تھا' مقدار کم تھی' رنگ ٹھیک نہیں تھا' بہت فرق ہوگیا۔ اجا... بھی معمول کے موافق قریب قریب بستہ ہونے لگی۔ اسہال بند ہوگئے اور جگر پر لیپ کرنے سے ورم جگر میں بھی بہت کمی ہوگئی۔ نیز ضعف میں بھی خدا کے فضل سے یک گونہ کمی محسوس ہونے لگی باوجود اس کے حکیم صاحب برابر یہی فرماتے رہے کہ بلڈ پریشر کے متعلق مجھ کو کوئی تحقیق نہیں اس کی بابت کچھ نہیں کر سکتا غرض جناب حکیم صاحب کا علاج جاری رہا۔

بعض خدام کو نامکمل اطلاع اور پریشانی

ادھر دور و نزدیک ہر طرف حضرت اقدس کے خدام اور عقیدت منداصحاب کو بھی تھوڑی بہت اس کی اطلاع ہونے لگی۔ اور بعض حضرات تو بے تاب و بے قرار ہو کر افتاں و خیزاں حاضر بھی ہو گئے۔ جناب ڈپٹی علی سجاد صاحب اور جناب مولوی عبدالباری صاحب ندوی مقیم لکھنؤ فوراً پہنچ گئے۔

اس خادم کو بھی حضرت والا کی ناسازی مزاج کی اطلاع ہوئی۔ مگر معمولی طور پر۔ تفصیلی حالات نہ معلوم ہو سکے، پھر بھی پریشانی ہوئی۔ فوراً جناب مولانا ظفر علی احمد صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا اور دریافت حال کیا، جناب ممدوح نے مختصر حالات لکھ کر تحریر فرمایا کہ اب سکون ہے اور خانقاہ میں بھی تشریف لاتے ہیں لیکن مجھے مکرمی مولوی منفعت علی صاحب ام' ال' اے ایڈوکیٹ سہارنپور کا کرمنامہ ملا جس میں تحریر تھا۔ ''سنا ہے کہ حضرت والا جھنجھانہ تشریف لے گئے اور مزاج زیادہ ناساز ہے''۔ اس خبر نے جو حالت کی وہ بیان سے باہر ہے۔ فوراً مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار بکڈپو لکھنؤ کے پاس گیا یہ خط دکھایا اور دریافت کیا کہ اگر کوئی خبر ملی ہو تو مطلع کریں۔ ان کو بھی بے حد پریشانی تھی مگر ان کے پاس کوئی اطلاع نہیں آئی تھی۔ اس لئے ہم دونوں نے یہ طے کر لیا کہ ہر حال میں وہاں ہم لوگوں کا جلد سے جلد حاضر ہونا ضروری ہے۔ مولوی عبدالحمید صاحب پنشنر تحصیلدار بھی اس وقت موجود تھے انہوں نے بھی چلنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ چنانچہ ہم تینوں شخص ۲ اگست ۱۹۳۸ء کو ۹ بجے دن کے وقت پنجاب ایکسپریس سے سہارنپور روانہ ہو گئے۔ جس حالت میں روانگی ہوئی وہ خدا ہی جانتا ہے حواس مختل، طبیعت پریشان، دل مضطرب، بہرحال کسی طرح ریل چلی، راستے میں ہردوئی اسٹیشن پر جناب مولوی محمود الحق صاحب حقی ایڈوکیٹ سے ملاقات ہوئی انہوں نے اپنے صاحبزادے عزیزی حافظ مولوی ابرار الحق سلمہ، متعلم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کا خط دکھایا جو انہوں نے تھانہ بھون سے لکھا تھا۔ اور جس سے جناب مولانا ظفر احمد صاحب کی تحریر کی تائید ہوتی تھی۔ غرض کسی نہ کسی طرح شب کو سہارنپور پہنچے، راستے میں گاڑی لیٹ ہو گئی تھی اور تھانہ بھون کی گاڑی

کا وقت نکل چکا تھا۔ اس لئے مجبوراً سہارنپور کے بڑے اسٹیشن پر رات بسر کرنا پڑی۔ وہاں سے دوسرے دن ۸ بجے صبح کے بعد چھوٹی لائن کے اسٹیشن پر آئے' دیکھا تو جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری بھی سراسیمہ جا رہے ہیں اور انٹر کلاس میں شیخ محمد فاروق احمد صاحب (متوطن لندن) بھی موجود ہیں شیخ فاروق احمد صاحب نے بیان کیا کہ میں کئی روز سے سہارنپور میں تھا۔ کل مجھے حامد علی صاحب سے جو حضرت کے بھتیجے ہیں معلوم ہوا کہ نصیب اعدا حضرت والا کا مزاج زیادہ ناساز ہے۔ اس لئے میں پریشان ہو کر جا رہا ہوں۔ خیر ہم لوگ ۱۳ اگست ۱۹۳۸ء کو ۱۲ بجے دن کے قریب تھانہ بھون پہنچے۔ لیکن کس طرح مضطرب' بے چین' پریشان حال اور بدحواس۔ خدا کا شکر ہے کہ خانقاہ شریف پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت والا کا مزاج اقدس اب بحمد اللہ روبصحت ہے۔ حضرت والا ظہر کے وقت خانقاہ تشریف لاتے ہیں مگر ڈولی پر اور اپنے خدام کو زیارت سے مشرف فرماتے ہیں۔ اس سے ذرا سا سکون ہوا۔

ظہر کے وقت حضرت اقدس مدظلہم العالی اپنے معمول کے مطابق صرف اپنے مشتاقین اور خدام کو مطمئن فرمانے کے لئے باوجود انتہائی ضعف و نقاہت کے تشریف لے آئے اور ہمیشہ کی طرح مجلس کو اپنے فیوض و برکات سے مالا مال فرمایا۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ ضعف زیادہ معلوم ہو رہا تھا۔ چہرہ انور پر اضمحلال کے آثار نمایاں تھے۔ دیر تک یا زیادہ بات کرنے میں تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ مگر پھر بھی ضرورت کے وقت کلام و خطاب ہوتا تھا۔ ملفوظات کا سلسلہ جاری تھا' خطوط کا مختصر جواب خود تحریر فرما رہے تھے' ہر نئے آنے والے سے مصافحہ ہوتا تھا خیریت بھی دریافت فرماتے جاتے تھے اور دریافت کرنے پر اپنے مزاج کی حالت بھی اختصار کے ساتھ بیان فرما دیتے تھے۔ ہر کام معمول کے مطابق ہو رہا تھا۔ کسی معمول میں ذرا سا بھی فرق نہ تھا۔ اس ہمت اور اس کیفیت کو دیکھ کر اہل مجلس پر عجیب اثر تھا' بیساختہ صحت و عافیت و افزونی حیات کی دل سے دعائیں نکلتی تھیں اور ہر ایک اپنی حالت میں محو تھا۔ اسی دن یعنی ۱۳ اگست ۱۹۳۸ء کو تین بجے دن کی گاڑی سے جناب مولوی محمد عیسیٰ صاحب بی اے پنشنر پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی اور جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری بی اے مجذوب انسپکٹر مدارس الہ آباد' خلفائے حضرت اقدس مدظلہم العالی تھانہ بھون آ کر خانقاہ

حاضر ہوئے۔ غرض آج کے آنے والوں اور پہلے سے آئے ہوئے اصحاب کی وجہ سے خانقاہ شریف میں ایک اچھا خاصہ مجمع ہو گیا۔

اس وقت تک جناب حکیم محمد مصطفیٰ صاحب میرٹھی کا علاج ہو رہا تھا' اور جناب حکیم صاحب بڑے خلوص و محبت سے مصروف علاج تھے' لیکن جس قدر فائدہ حکیم صاحب کے علاج سے ہو چکا تھا اس کے آگے نہیں بڑھتا تھا' حکیم صاحب برابر کوشاں تھے مگر صحت میں کافی ترقی نہیں پاتے تھے۔ بلڈ پریشر کو نہیں جانتے تھے اور نہ اس کے علاج سے واقف تھے۔

علاج کے لئے تھانہ بھون سے باہر لے جانے کی تجویز

پہلے ہی سے حضرت والا کے اعزہ کا خیال تھا کہ تھانہ بھون سے کسی دوسری جگہ لے جا کر تشخیص اور علاج ہونا چاہیے کوئی سہارنپور لے جانے کی رائے دیتا تھا اور حکیم صاحب نیز بہت سے لوگ میرٹھ لے جانے کے لئے عرض کر رہے تھے' حضرت والا کی طبیعت کا رجحان بھی میرٹھ کی طرف تھا' مگر خدام نے جب کل حالات معلوم کر لئے اور میرٹھ یا سہارنپور لے جانے کے ارادے سے واقف بھی ہو گئے تو سب نے یکجا ہو کر ہر پہلو پر نظر کر کے تبادلہ خیال کیا' بالاتفاق یہ طے ہوا کہ میرٹھ یا سہارنپور لے جانا مناسب نہیں ہے وہاں نہ کوئی معروف و مشہور ڈاکٹر ہے نہ خاص صاحب کمال طبیب' اس کے بعد دوسرے مقامات کے نام لئے گئے۔

لکھنؤ کا انتخاب

آخر متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ لکھنؤ لے جانا چاہیے وہاں میڈیکل کالج بھی ہے ہر طرح کے ماہر اور کامل فن ڈاکٹر موجود ہیں' ہر قسم کے آلات دستیاب ہو سکتے ہیں اطباء کا لکھنؤ مخزن ہے نہایت نامور حاذق اور استاد فن اطباء وہاں ہیں وہ لوگ بلڈ پریشر اور اس کے علاج سے بھی واقف ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں ایسے جان نثار خدام بھی موجود ہیں جن کی وجہ سے کسی قسم کی تکلیف حضرت والا کو ہو ہی نہیں سکتی۔ اس باہمی تجویز کے بعد سب اہل شوریٰ حضرت اقدس کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے' جن میں جناب مولوی شبیر علی صاحب' جناب مولوی محمد عیسیٰ صاحب' جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب' جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری' جناب

مولوی عبدالباری صاحب ندوی، مولوی عبدالحمید صاحب تحصیلدار پنشنر، مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار بکڈ پو لکھنؤ خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات کے ساتھ یہ خادم وصل بھی شریک تھا، غرض حضرت والا سے اس مشورے اور رائے کا اظہار نہایت ادب کے ساتھ کیا گیا، حضرت والا نے کمال شفقت سے ان امور پر غور فرماتے ہوئے کہ لکھنؤ میں میڈیکل کالج اور طبیہ کالج موجود ہیں ڈاکٹری اور یونانی دونوں علاج آسانی سے ہو سکتے ہیں۔ اور اپنے خدام لکھنؤ کی وجہ سے ہر قسم کی آسانی وہاں ممکن ہے منظور فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ دونوں گھر میں اور دوسرے متعلقین بھی ہوں گے۔ تاکہ کافی آرام مل سکے۔ چنانچہ اس متفقہ مشورے اور منظوری کے بعد طے پایا کہ مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار بک ڈپو لکھنؤ نیز یہ خادم دونوں لکھنؤ جائیں ڈاکٹروں اور طبیبوں سے مشورہ کریں بالخصوص اطباء سے دریافت کر کے مطلع کریں کہ وہ بلڈ پریشر سے واقف ہیں یا نہیں اور اس کا علاج بھی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

قیام گاہ کا انتخاب

قیام کے لئے دو اصحاب نے اپنی درخواستیں پیش کیں کہ میرے غریب خانے کو یہ شرف عطا فرمایا جائے ان میں ایک مولوی عبدالباری صاحب ندوی، دوسرے مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار بکڈ پو لکھنؤ تھے۔ حضرت والا نے مناسب یہی سمجھا کہ شہر میں قیام کیا جائے اور اس کے لئے مولوی محمد حسن صاحب کا مکان موزوں تھا مولوی عبدالباری صاحب کا مکان شہر سے باہر اور دور تھا اور علاج کے لئے وہ تمام آسانیاں جو شہر میں حاصل ہو سکتی تھیں شہر کے باہر ممکن نہیں۔

ان امور کے طے ہو جانے کے بعد مولوی محمد حسن صاحب اور یہ راقم الحروف ۵ اگست ۱۹۳۸ء کو بروز جمعہ تین بجے دن کی گاڑی سے لکھنؤ جانے کے لئے سہارنپور روانہ ہو گئے۔ مولوی عبدالحمید صاحب پنشنر تحصیلدار بھی ہم لوگوں کے ساتھ ہی واپس ہوئے۔ ۶ اگست ۱۹۳۸ء کی صبح کو ہم لوگ لکھنؤ پہنچے اور اپنے اپنے مکانوں پر اسباب رکھ کر میں اور مولوی محمد حسن صاحب سب سے پہلے جھوائی ٹولہ جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب سے مشورہ کرنے گئے۔ حکیم صاحب موصوف بالطبع بیحد خلیق، نیک مزاج، نہایت ہمدرد، ذی مروت اور ہر ایک کی خدمت کرنے پر ہر وقت آمادہ رہنے والی ہستیوں میں سے ہیں اور حضرت والا سے تو ان کو

ہمیشہ سے خاص محبت وعقیدت ہے۔ یہاں تک کہ حضرت کی خدمت بابرکت میں تھانہ بھون بھی حاضر ہوئے ہیں۔ ہم لوگ جس وقت مطب میں پہنچے ہیں حکیم صاحب تشریف نہیں رکھتے تھے' تھوڑی دیر انتظار کیا حکیم صاحب تشریف لے آئے۔ مفصل حال بیان کیا اور رائے پوچھی' جناب حکیم صاحب نے انتہائی مسرت کے ساتھ فرمایا کہ بھلا میری قسمت کہاں' کہ میں ایسی بزرگ ترین ہستی کی خدمت کرسکوں' ایسی خدمت میرے لئے باعث افتخار و سعادت ہے۔ حضرت والا کی خدمت اقدس میں لکھ دیا جائے کہ تشریف لے آئیں۔ میں ہر طرح کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ لکھنؤ میں جس طبیب یا جس ڈاکٹر کے لئے رائے ہوگی میں خود اس کو لاکر دکھانے کا ذمہ دار ہوں رہ گیا بلڈ پریشر کا معاملہ۔ ہم لوگوں کو اس سے بہت سابقہ رہتا ہے اس کا علاج کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایسے مریض ڈاکٹروں کے علاج سے مایوس ہوکر خدا کے فضل سے ہم لوگوں کے علاج سے صحت یاب ہوتے ہیں۔ آپ لوگ فوراً حضرت والا کو اطلاع دیدیں اور میری خدمات کی طرف سے مطمئن کردیں۔

اس گفتگو کے بعد ہم لوگ واپس آئے اور مسلم دیسی اسٹور میں بیٹھ کر جہاں مولوی حسن صاحب منتظم ہیں میں نے حکیم صاحب سے جو گفتگو کی تھی وہ جناب مولوی شبیر علی صاحب کو لکھ کر بھیج دی۔ جناب موصوف نے حضرت والا سے استمزاج کے بعد تحریر فرمایا کہ ہم لوگ ۱۱ اگست ۱۹۳۸ء کی شام کی گاڑی سے لکھنؤ پہنچیں گے۔ قیام وغیرہ کا انتظام درست رہنا چاہیے۔

جناب مولوی محمد حسن صاحب نے اپنے مکان کو جو مولوی گنج میں واقع ہے۔ حضرت والا کے آرام اور مستورات کی آسائش کے لحاظ سے درست کرا دیا۔ اس طرح پہ کہ باہر کے دروازے سے جب اندر داخل ہوتے ہیں تو مختصر سا صحن اور اس کے بعد ایک بڑا ہال ہے۔ ہال میں فرش' اور مسہری وغیرہ بچھا کر اس کو خاص حضرت والا کے آرام کے لئے مخصوص کردیا تھا وہ بھی اس طرح کہ جب چاہیں اس کو مردانہ رکھیں اور جب چاہیں پردہ ہوجائے اور مستورات آجائیں۔ ہال کے دکن کی طرف اس کا برآمدہ جو بہت وسیع تھا حضرت والا کے متعلقین کے لئے خالی کرادیا تھا باہر والے دروازے کے اندر مختصر سے صحن میں خاص حضرت والا کے لئے ٹٹیاں لگا کر استنجا خانہ بنوادیا تھا اور صحن کو صاف و ہموار کردیا تھا تاکہ حضرت والا اگر چاہیں تو یہاں بھی

شب کو آرام فرما سکتے ہیں۔ مکان کے دوسرے کمروں اور صحن کو مولوی محمد حسن صاحب نے اپنے اہل و عیال وغیرہ کے واسطے اس طرح تجویز کر لیا تھا کہ ضرورت میں حضرت والا کے یہاں کی مستورات بھی استعمال کر سکیں۔ ہال کے بالا خانے پر جناب مولوی شبیر علی صاحب' مولوی جمیل احمد صاحب اور بھائی نصیر احمد صاحب کے لئے انتظام تھا۔

غرض مکان جس حالت میں بھی تھا' حضرت والا کی آرام کے مطابق درست کرا دیا گیا تھا اور اس کا لحاظ رکھا گیا تھا کہ حضرت والا کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

تھانہ بھون سے روانگی

یہاں سے اطلاع پانے پر تھانہ بھون میں لکھنؤ روانہ ہونے کی تیاری ہوگئی۔ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۰ اگست ۱۹۳۸ء کو ۳ بجے دن کی گاڑی سے روانگی اور شام کو سہارنپور پہنچنا ہوا۔ حضرت والا کے ہمراہ جناب مولوی شبیر علی صاحب دونوں پیرانی صاحبہ مدظلہما مولوی جمیل احمد صاحب ان کی اہلیہ ان کی دونوں صاحبزادیاں تھیں۔ اور اندر کی خدمت کے لئے ایک لڑکا ملازم عبدالمجید بھی تھا بھائی نصیر احمد صاحب اور قاری شاہ محمد صاحب بھی ساتھ میں تھے۔ ان دس افراد اور جناب پیر جی ظفر احمد صاحب کے علاوہ ڈپٹی علی سجاد صاحب' اور مولوی عبدالباری صاحب ندوی بھی مع اپنے اہل و عیال کے رفیق سفر تھے۔

سہارنپور میں قیام

سہارنپور میں چھوٹی لائن کے اسٹیشن پر مولوی فیض الحسن صاحب رئیس سہارنپور حامد علی صاحب محمود علی صاحب احمد علی صاحب اور بہت سے اصحاب موجود تھے۔ شاہ زاہد حسین صاحب کے موٹر پر حضرت والا مع متعلقین کے سوار ہوئے اور لاری پر دیگر اصحاب اور اسباب حضرت والا کے لئے موٹر پلیٹ فارم پر ڈبے کے پاس لگا دیا گیا تھا حضرت اقدس اپنے بھتیجے محمود علی صاحب کے یہاں تشریف لے گئے اور وہیں قیام فرمایا اور دیگر اصحاب نے شاہ زاہد حسین صاحب رئیس بھٹ کی کوٹھی پر۔

تھانہ بھون میں جناب مولوی محمود الحق صاحب حقی بی اے ایڈوکیٹ کے صاحبزادے

حافظ مولوی ابرار الحق سلمہ بھی حاضر تھے وہ بھی حضرت والا سے اجازت لے کر ہمراہیوں میں شامل ہو گئے۔

تیسرے درجہ میں سفر

۱۱ اگست ۱۹۳۸ء کو لکھنؤ کی روانگی تھی اس وقت بھی موٹروں کا انتظام تھا، حضرت والا کے لئے موٹر پلیٹ فارم پر ڈبے کے قریب لگا دیا گیا تھا۔ ۷ بجکر ۱۰ منٹ پر طوفان ایکسپریس سے روانگی ہوئی۔ خدام نے عرض کیا کہ سیکنڈ یا انٹر کلاس کا ٹکٹ لے لیا جائے۔ دن بھر کا سفر ہے۔ تیسرے درجہ میں تکلیف ہوگی لیکن حضرت والا نے ناسازی مزاج ضعف اور تکان کے باوجود کسی طرح منظور نہیں فرمایا، بلکہ حسب معمول تیسرے درجہ کو پسند فرمایا۔ گو حضرت والا کے آرام کے لئے جگہ بنائی گئی تھی مگر درجے میں مسافروں کی کثرت تھی راستے بھر حضرت والا اپنے ملفوظات سے لوگوں کو مستفیض فرماتے رہے، ایک ٹکٹ کلکٹر صاحب نے بغیر اس لحاظ کے کہ حضرت والا کا مزاج ناساز ہے کمزوری ہے تکان ہے نہ معلوم کتنے سوال کر ڈالے اور حضرت والا اپنے اخلاق وکرم سے برابر جواب دیتے رہے، جس کی وجہ سے دماغ پر بہت اثر ہوا۔ تکان میں زیادتی ہوگئی۔ ریل پر ظہر اور عصر کی نمازیں اپنے اپنے وقت پر جماعت سے ہوئیں اور راستہ بڑے لطف اور خیر وخوبی سے طے ہو گیا۔

لکھنؤ میں ورود مسعود

لکھنؤ اسٹیشن پر گاڑی ساڑھے ۵ بجے شام کو پہنچی۔ سید معظم علی صاحب بیرسٹر خلف خان بہادر حاجی سید اعجاز علی صاحب ریٹائرڈ کلکٹر وحال وزیر ریاست خیر پور میر (سندھ) اپنا موٹر لئے موجود تھے۔ یہ خادم بھی جناب منشی سید اعزاز رسول صاحب۔ ام اے تعلق دار سندیلہ ضلع ہردوئی کا موٹر لئے حاضر تھا۔ مولوی محمد حسن صاحب ان کے بھائی اور صاحبزادگان جناب حاجی حقداد خاں صاحب (خلیفہ حضرت والا) ان کے صاحبزادے حکیم سمیع اللہ خان صاحب، مولوی عبد الحمید صاحب پنشنر تحصیلدار ان کے صاحبزادگان حبیب الرحمان صاحب، ومحبوب الرحمان نیز حسن احمد صاحب اور بہت سے لوگ حاضر تھے اس کا لحاظ رکھا گیا تھا کہ مجمع

نہ ہونے پائے، مگر تھوڑا بہت مجمع باوجود اخفاء کے ہو ہی گیا خود جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب اپنی غایت محبت وعقیدت سے پلیٹ فارم پر ہمہ تن چشم انتظار تھے۔ حضرت والا کے لئے پالکی اور مستورات کے لئے ڈولیاں پلیٹ فارم پر موجود تھیں۔ مغرب کا وقت بالکل قریب تھا کہ گاڑی پلیٹ فارم پر آ گئی۔ حضرت والا مع اپنے ہمراہیوں کے گاڑی سے پلیٹ فارم پر تشریف لائے، ضعف بہت تھا زائرین کو مصافحے سے روک دیا گیا تھا مگر جناب شفاء الملک صاحب نے بڑھ کر مصافحہ کر ہی لیا۔ حضرت والا نے پہچانا نہیں۔ فوراً بتایا گیا حضرت اقدس کو بے حد مسرت ہوئی اور ان کے اسٹیشن تک آنے اور اس قدر تکلیف کرنے کی وجہ سے بے حد متاثر ہوئے۔ مستورات کو جناب مولوی شبیر علی صاحب نے اتارا اور ڈولیوں میں بٹھا کر سید معظم علی صاحب کے موٹر پر سوار کیا۔ حضرت والا پلیٹ فارم کے باہر پالکی پر تشریف لائے اور سید اعزاز رسول صاحب کے موٹر پر قدم رنجہ فرمایا۔ مولوی محمد حسن صاحب وغیرہ بھی ساتھ میں بیٹھ گئے۔ پہلے حضرت والا کا موٹر روانہ ہوا بعد کو مستورات کا، جن کے ہمراہ بھائی نصیر احمد صاحب تھے۔ تانگوں پر اسباب اور جناب مولوی شبیر علی صاحب تھے اور یہ خادم۔ غرض مولوی گنج مولوی محمد حسن صاحب کے مکان پر پہنچ کر نماز مغرب ادا کی۔ شب کے کھانے کا انتظام مولوی محمد حسن صاحب نے کیا تھا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر کھانا کھایا گیا۔ اس کے بعد پلنگ پر تشریف لے گئے اور وہ شب آرام سے گزر گئی۔

ڈپٹی علی سجاد صاحب مع متعلقین اور جناب پیر جی ظفر احمد صاحب کے اپنے بھائی کے یہاں اور مولوی عبدالباری صاحب مع متعلقین اسٹیشن ہی سے براہ راست اپنی کوٹھی پر ڈالی گنج تشریف لے گئے۔ نیز عزیزی حافظ مولوی ابرارالحق سلمہٗ میری قیام گاہ پر ۹ قیصر باغ لکھنؤ آ گئے۔

دوسرے روز یعنی ۱۲ اگست ۱۹۳۸ء کی صبح کو بھی کھانا مولوی محمد حسن صاحب کے یہاں تناول فرمایا مگر شام سے حضرت والا نے اپنے کھانے کا خود انتظام فرمایا اور باوجود مولوی محمد حسن صاحب کے مخلصانہ اصرار کے ان پر بار ڈالنا، یا ان کو اس قدر تکلیف دینا منظور نہیں فرمایا۔

طبی معائنہ اور قارورہ کا معائنہ

حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر رات ہی بھر میں عام ہوگئی اور صبح ہی سے

عقیدتمندوں اور مخلصین کا مجمع شروع ہو گیا۔ لیکن حضرت والا ناسازی مزاج کی وجہ سے نہ مل سکے آٹھ اور نو بجے دن کے درمیان جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب مع جناب حکیم عبدالمعید صاحب اور جناب حکیم کمال الدین صاحب کے تشریف لائے۔ ہر ایک نے نہایت محبت اور عقیدت مندانہ طریقے سے دیکھا اور قارورے کی جانچ اور ڈاکٹر کی رائے حاصل کرنے تک اظہار تشخیص اور علاج کو موقوف رکھا۔

ڈاکٹر عبدالحمید صاحب پروفیسر میڈیکل کالج لکھنؤ کو اس خادم نے تھانہ بھون سے آتے ہی حضرت والا کی تشریف آوری اور سبب وغایت کی اطلاع کر دی تھی ڈاکٹر صاحب کو زمانہ دراز سے حضرت سے خصوصیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے والد ماجد شیخ محمد عالم صاحب مرحوم وکیل ورئیس قنوج حضرت والا سے قدیم بیعت کرنے والوں میں سے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی حاضری اور خدمت کو موجب برکت وسعادت خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت والا تشریف لائیں مجھے مطلع کر دیا جائے میں ہر طرح ہر خدمت کو حاضر ہوں۔

ڈاکٹری معائنہ

چنانچہ ۱۲ اگست ہی کو اس خادم نے خود جا کر ڈاکٹر صاحب کو اطلاع کر دی اور وہ فوراً حضرت والا کی خدمت اقدس میں آ گئے ہر حیثیت سے معائنہ اور امتحان کیا' بلڈ پریشر کا آلہ لگایا۔ بلڈ پریشر صرف ۱۴۸ تھا۔ بیان کیا کہ بلڈ پریشر اتنا ہے کہ گویا بالکل ہی نہیں۔ اور دوسرے روز پھر تشریف لانے اور انگلی سے خون لینے کو کہا اسی روز پیشاب جانچ کے لئے بھیجا گیا۔ ڈاکٹر پاشا صاحب نے (جو ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب ممبر وائسرائے اسمبلی وسابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے خویش ہیں اور نہایت ہی ہمدرد و مخلص) خصوصیت وتوجہ کے ساتھ جانچ کی۔ یہ دن جمعہ کا تھا حضرت والا نے مسجد میں ڈولی میں جا کر نماز جمعہ ادا کی۔

۱۳ اگست کو شنبہ کے روز دوبارہ پیشاب کی جانچ ہوئی اور ڈاکٹر پاشا صاحب نے کامل اطمینان کرنے پر نتیجہ کا پرچہ دیدیا۔

خون کا ٹیسٹ

۱۴ اگست کو یکشنبہ کے دن جناب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب نے آ کر انگشت شہادت سے

خون لیا اور قارورہ بھی خود جانچنے کے لئے اپنے ہمراہ لے گئے۔ شام تک جانچ کا نتیجہ بھیج دیا۔ پیشاب یا خون میں کوئی خرابی نہیں پائی۔

دوشنبہ ۱۵ اگست ۱۹۳۸ء کو حکیم صاحبان نے یکجا ہو کر خرابی معدہ ضعف معدہ و کمزوری دماغ تشخیص کیا۔ اور جناب شفاء الملک صاحب نے نسخہ تحریر فرمایا۔

پائریا کی تشخیص

ڈاکٹر عبدالحمید صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ دانتوں میں پائریا کا مادہ موجود ہے۔ بہتر ہے نکلوادی جائیں اور اس کے لئے خان بہادر ڈاکٹر محمد احمد علی شاہ صاحب جو لکھنؤ کے مشہور تجربہ کار اور قابل دندان ساز ہیں بہت موزوں ہیں ان کو دکھایا جائے اور بھی اطمینان ہو جائے گا۔ ڈاکٹر شاہ صاحب اس خادم کے قدیم کرم فرما ہیں اور نہایت سچے مسلمان۔ باکمال خلیق اور ہمدرد۔ میں ان کی خدمت میں گیا انہوں نے حضرت والا کی خدمت کو سعادت دارین خیال کیا۔ اور خود آ کر دانتوں کی جانچ کی۔ پائریا بتایا اور دانت نکالنے اور بنانے کی خدمت کے لئے اپنے کو پیش کیا۔ لیکن حکیم صاحبان' ڈاکٹر عبدالعلی صاحب اور دیگر اہل شوریٰ نے دانت نکلوانے سے اختلاف کیا' اس لئے ڈاکٹر شاہ صاحب سے معذرت کر دی گئی۔ اس کے بعد انہوں نے ڈاک کے ذریعے سے خط بھیج کر دوبارہ یاددہانی کی مگر حضرت والا نے ان کی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کو ملتوی فرما دیا۔ اور جناب شفاء الملک صاحب کے پیش کردہ منجن کا استعمال تجویز ہوا۔

حکیم شفاء الملک صاحب کا علاج

اول ہی روز سے دوا کا کل اہتمام حکیم سمیع اللہ خاں صاحب ابن جناب حاجی حقداد خاں صاحب کے ہاتھ میں رہا۔ جو حضرت والا کے لکھنؤ کے قیام تک بروقت تیار کر کے پیش کرتے رہے۔ اور اس تکلف اور نفاست کے ساتھ کہ اس کو دیکھتے ہی طبیعت میں اس کے استعمال کرنے کی رغبت پیدا ہونے لگتی تھی۔ چنانچہ حضرت والا نے متعدد بار فرمایا کہ اس نفاست کو دیکھ کر بغیر ضرورت بھی دوا کے استعمال کرنے کو جی چاہتا ہے۔

اصول علاج

ہمیشہ سے حضرت والا کے معمولات میں ہے کہ جس طبیب کا علاج شروع فرماتے ہیں اور جب تک اس کا علاج جاری رہتا ہے نہ دوسرے سے مشورہ لیتے ہیں اور نہ کسی اور کا نسخہ استعمال میں آتا ہے اسی کی ہدایت کی پابندی کی جاتی ہے اور اسی کی تجویز پر عمل ہوتا ہے۔ نہ کبھی خود ذرا دخل دیتے ہیں نہ کوئی اور دخل دے سکتا ہے چنانچہ جب جناب شفاء الملک صاحب نے نسخہ تحریر فرمایا اس وقت میرے سامنے جناب شفاء الملک صاحب نے حضرت والا کے حضور میں نسخہ پیش کر کے عرض کیا کہ جناب بھی اس کو ملاحظہ فرمالیں۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ میں کبھی معالج کی رائے میں دخل نہیں دیتا۔ اور نہ کسی اور کو دخل دینے دیتا ہوں، ہاں اگر ایسے ہی آپ کا حکم ہے تو میں آنکھ بند کر کے نسخہ دیکھ لیتا ہوں غرض جناب شفاء الملک صاحب کی ہر ہدایت پر نہایت سختی کے ساتھ برابر عمل ہوتا رہا اور اس وقت تک جاری ہے جو دوا تجویز کی گئی اور جو دوا بتائی گئی وہی استعمال میں رہی اور آج تک ہے۔ کبھی جناب شفاء الملک صاحب کی رائے کے بغیر اپنی یا کسی اور کی رائے سے کبھی کوئی ردوبدل نہیں فرمایا۔

حکیم محمد مصطفیٰ صاحب میرٹھی کے خط پر اظہار خیال

یہاں تک کہ جناب حکیم محمد مصطفیٰ صاحب میرٹھی نے (جو ہمیشہ سے حضرت والا کے معالج رہے ہیں اور لکھنؤ آنے سے پہلے انہیں کا علاج رہا) حکیم مسیح اللہ خاں صاحب کو لکھنؤ خط لکھا کہ جناب شفاء الملک صاحب کی تشخیص و تجویز مجھے لکھ کر بھیج دیجئے۔ وہ خط حضرت والا کے ملاحظے سے گزرا۔ حضرت والا نہایت ناراض ہوئے اور حکیم مسیح اللہ خان صاحب سے فرمایا کہ ان کو لکھ دیجئے کہ یہ امر میرے مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ آپ کا پوچھنا گویا میرا ہی پوچھنا ہے اس پر جناب حکیم محمد مصطفیٰ صاحب نے بہت معافی مانگی اس کے بعد ابھی رمضان المبارک سے پہلے حضرت والا کی لکھنؤ سے واپسی کے بعد جناب حکیم صاحب میرٹھ سے تھانہ بھون حاضر ہوئے تو کئی روز تک نبض و قارورہ دیکھتے رہے اور لکھنؤ کی تشخیص و تجویز کو معلوم کرنا چاہا۔ حضرت والا اپنے کمال اخلاق اور ان کے اخلاص ومحبت و ہمدردی کی وجہ

سے برابر نبض و قارورہ دکھاتے اور مزاج کی کیفیت بیان فرماتے رہے۔ لیکن جب حکیم صاحب موصوف نے اپنی تشخیص اور رائے کا اظہار کرنا چاہا اس وقت حضرت والا کو بے حد ناگوار ہوا اور نہایت نرم اور محبت آمیز لہجے میں ممانعت فرمائی۔ اس کا اثر حضرت والا پر کئی روز رہا۔ حالانکہ جناب حکیم صاحب نے جو کچھ بھی کہا وہ اپنی ہمدردی، خلوص اور نیک نیتی سے، لیکن دوسرے کے علاج کی حالت میں اتنا دخل بھی حضرت والا نے پسند نہیں فرمایا۔

با قاعدہ علاج

غرض دوشنبہ ۱۵ اگست ۱۹۳۸ء سے جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب کا باقاعدہ علاج شروع ہوا۔ خدا کے فضل سے صحت میں روز بروز ترقی ہوتی گئی حکیم صاحب موصوف کی ہدایت کے موافق روزانہ علی الصباح موٹر پر تشریف لے جاتے تھے اور کسی میدان میں موٹر کو رکوا کر ایک گھنٹہ مشی فرماتے تھے۔ موٹر میں حضرت والا کے ساتھ حکیم سمیع اللہ خان صاحب مولوی محمد حسن صاحب اور مولوی جمیل احمد صاحب ہوتے تھے۔ جناب شفاء الملک صاحب نے اپنی خاص محبت سے موٹر کا بھی انتظام کر دیا تھا اور جناب چودھری[1] خلیق الزمان صاحب بی اے ایل ایل بی ایم ایل اے ایڈوکیٹ وچیئرمین میونسپل بورڈ لکھنؤ کا موٹر روزانہ صبح کو آتا تھا اور حضرت والا مختلف میدانوں میں تشریف لے جا کر کم وبیش ایک گھنٹہ مشی فرماتے تھے۔

زائرین کی کثرت

حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر سن کر پہلے ہی روز سے مجمع کی کثرت ہونے لگی۔ حضرت والا کی طبع مبارک اس کی متحمل نہیں تھی اور جناب شفاء الملک صاحب نیز دیگر اطباء نے ملاقات کی ممانعت کر دی تھی لیکن حضرت والا نے ان کی اجازت سے اتنی ترمیم فرمادی تھی کہ جن سے بے تکلفی ہے وہ اپنی اطلاع کر دیں اگر میری طبیعت چاہے گی بلالوں گا ورنہ معذرت کر دوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا مگر مجمع نے اس قدر پریشان کیا کہ مجبور ہو کر حضرت والا کو حسب ذیل اعلان لگانا پڑا۔

---

[1] سابق صدر مسلم لیگ پاکستان

اعلان ضروری

بخدمت ناظرین اعلان السلام علیکم

میرا یہ سفر علالت کے سبب' معالجہ و راحت کی غرض سے ہوا ہے۔ میری موجودہ حالت ضعف میں اطباء اور ڈاکٹروں نے باتفاق زیادہ ملاقات کرنے اور زیادہ بات چیت کرنے سے بتاکید منع کیا ہے اور میں خود بھی طبیعت میں اس کا تحمل نہیں پاتا۔ البتہ قلیل کی اجازت دی ہے اور اس قلیل و کثیر کی تفریق اپنی طبیعت کے رنگ سے میں خود ہی کر سکتا ہوں۔ سو میں نے یہ تجویز کی ہے کہ جن صاحبوں کے ساتھ پہلے سے تعلقات کے خصوصیات ہیں ان سے ملاقات اور بات چیت کروں گا بقیہ حضرات سے عذر کردوں گا اس لئے میں نے عام ملاقات بالکل بند کر دی ہے۔ اور سب حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ جن حضرات سے ملاقات سے عذر کر دیا جائے وہ بار بار درخواست کر کے دروازے پر کھڑے رہ کر میری مجلس کو پریشان نہ کریں۔ کہ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور یہ امر محبت کے خلاف ہے اس اعلان کے ذریعے سے اس کی اطلاع کرتا ہوں۔ (اشرف علی تھانوی بقلم خود)

یہ اعلان عالی پنجشنبہ ۱۷ اگست ۱۹۳۸ء کو چسپاں کیا گیا تھا۔ اس اعلان کے بعد بھی دروازے پر مشتاقین اور زائرین کا مجمع برابر بڑھتا رہا۔ لوگ اعلان پڑھتے تھے کچھ بگڑتے تھے کچھ خفا ہوتے تھے اور کچھ صبر سے کام لیتے تھے اور مایوس ہو کر چلے جاتے تھے۔

حضرت والا نے مخصوصین کو اجازت دے دی تھی لیکن وقت کی کوئی تعیین نہیں تھی' ایسا مجمع قیام گاہ کے باہر صبح نو بجے سے گیارہ بجے تک اور پھر پانچ بجے سہ پہر سے گھنٹہ بھر برابر رہتا۔ ان اوقات میں جب حضرت والا کے مزاج اقدس میں آتا بلا لیتے ورنہ سب نہایت خاموشی کے ساتھ حضرت والا کی مرضی عالی کو مقدم سمجھ کر واپس چلے جاتے۔ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ دن بھر میں تین بار مجلس ہوتی' کبھی دو بار اور کبھی ایک بار اور کسی دن ایسا بھی ہوا کہ کسی وقت بھی مجلس نہیں ہوئی۔

حضرت والا کے تشریف لانے کے بعد دو تین دن تک تو جناب مولوی شبیر علی صاحب اور بھائی نصیر احمد صاحب اسی مقام کے بالا خانے پر مقیم رہے لیکن جب دیکھا گیا کہ لوگوں

کا ہجوم بڑھ گیا ہے ہر شخص چاہتا ہے کوئی ایسا ہو جس سے کچھ پوچھ سکوں۔ نیز باہر سے آنے والے خدام کے قیام کی کوئی جگہ نہ تھی لہذا مولوی محمد حسن صاحب نے دوسرا بالا خانہ اس مکان سے قریب لب سڑک کرایہ پر لے لیا۔ اور جناب مولوی شبیر علی صاحب اور بھائی نصیر احمد صاحب اس میں منتقل ہو گئے حضرت والا کے ساتھ صرف مولوی جمیل احمد صاحب رہ گئے اور پہلا بالا خانہ تنہا مولوی جمیل احمد صاحب کے قبضے میں آ گیا جب حضرت والا کے مزاج کی حالت قابل اطمینان ہو گئی تو جناب مولوی شبیر علی صاحب مع بھائی نصیر احمد صاحب کے ۲۴ اگست ۱۹۳۸ء کو تھانہ بھون واپس تشریف لے گئے۔

حضرت والا اپنے ملازمین کو مکانوں کی نگرانی کے لئے تھانہ بھون ہی میں چھوڑ آئے تھے۔ اور حاجی عبدالستار صاحب متوطن موضع بکھرا ضلع اعظم گڑھ کو جو اکثر حضرت والا کی ضرورت کے وقت نہایت خلوص محبت اور تندہی سے خدمت کیا کرتے ہیں بلا لیا تھا۔ جو حضرت والا کے لکھنؤ کے زمانہ قیام تک برابر مصروف خدمت رہے۔

اس سفر اور قیام لکھنؤ میں باستثنائے بعض ایام جن میں طبیعت بے حد ضعیف تھی حضرت والا کے کسی معمول میں فرق نہیں آیا۔ بجز اس کے کہ ہر نماز مسجد میں باجماعت ادا نہ ہو سکی مگر جمعہ اور کچھ دن کے بعد عصر و مغرب کی نماز برابر مسجد خواص میں ادا فرماتے رہے۔

جناب حکیم شفاء الملک صاحب روزانہ آٹھ اور نو بجے صبح کے درمیان تشریف لاتے تھے اور مزاج اقدس کی کیفیت دریافت کر کے جو ضروری ہدایت دینا ہوتی تھی دیکر تشریف لے جاتے تھے۔

مسجد خواص میں عصر سے مغرب تک قیام

جب حضرت والا کو کچھ قوت آ گئی تو یہ معمول فرمایا کہ مسجد خواص میں عصر کی نماز کے وقت جاتے اور نماز مغرب پڑھ کر واپس تشریف لاتے تھے۔ پہلے دن حضرت والا مسجد خواص میں جب تشریف لے گئے ہیں اس وقت مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ حاضرین سے عرض کر دیا گیا تھا کہ مصافحے کی زحمت نہ فرمائیں کیونکہ اس سے بجائے راحت کے تکلیف ہوتی ہے لیکن مغرب کے بعد جب حضرت والا قیام گاہ پر تشریف لانے لگے تو لوگ چاروں طرف کھڑے ہو گئے حضرت والا کو بہت تکلیف ہوئی اور فرمایا کہ اگر آپ حضرات کا یہی

حال ہے تو کل سے میں نہیں آؤں گا۔ لیکن الحمد للہ یہ مجمع اہل محبت اور اصحاب فہم کا تھا دوسرے دن سے حضرت والا کی خواہش گرامی کے مطابق تمام حضرات نے عمل کیا۔ نہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھائے نہ واپسی کے وقت چاروں طرف کھڑے ہوکر مجمع کیا نہ کسی قسم کا تکلف کیا اور نہ کسی قسم کی تکلیف دی۔ حضرت والا کے قلب مبارک پر اصحاب لکھنؤ کی محبت ان کے خلوص اور ان کی فہم وفراست کا خاص اثر ہوا اور متعدد بار اس کا اظہار فرمایا۔

مسجد خواص میں مجلس عام

حضرت والا مسجد خواص میں نماز عصر پڑھ کر اس کے حجرے کے آگے جو پورب جانب تھوڑا سا صحن ہے رونق افروز ہوتے تھے فرش کا انتظام تھا وہیں ڈاک آ جاتی تھی کوشش فرماتے تھے کہ مغرب تک ختم ہو جائے اس وقت مسجد بھری ہوتی تھی ہر شخص چاہتا تھا کہ میں کم از کم زیارت تو کر لوں۔ ہر ایک کی کوشش تھی کہ نماز کے بعد فوراً حضرت والا کی نشست کے قریب کی جگہ لے لوں تا کہ کچھ سنائی دے سکے۔ بعض تو دعا سے پہلے ہی وہاں پہنچ جاتے تھے۔ اسی وقت حضرت والا کے لئے حکیم سمیع اللہ خاں صاحب بڑے اہتمام تکلف اور بڑی نفاست کے ساتھ دوا لاتے تھے۔ اور حضرت والا استعمال فرماتے تھے مغرب تک فیوض و برکات کا دریا موجزن اور ملفوظات کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ سننے والے محو و بے خود ہو جاتے تھے اور اہل مجلس مست و سرشار۔

لکھنؤ میں حضرت والا کے قیام کے زمانے میں ہر طرف حضور عالی کی تشریف آوری کے چرچے تھے ہر شخص کی تمنا تھی کہ کسی طرح مجلس اقدس میں باریابی ہو حضور کی زیارت ہوتی رہے اور ملفوظات عالیہ سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع مل سکے۔ مسجد خواص میں عام طور سے جمعہ کی نماز میں بھی اتنا مجمع نہیں ہوتا تھا جتنا حضرت والا کی تشریف آوری کی وجہ سے عصر و مغرب کی نماز کے وقت اور عصر کی نماز کے بعد سے مغرب کی نماز کے بعد تک ہوتا رہا۔ بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ جگہ اور گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ آ آ کر واپس چلے جاتے تھے۔

باہر سے آنے والے چند زائرین کے اسماء

حضرت والا نے گو لکھنؤ تشریف لانے کا اعلان نہیں ہونے دیا لیکن اس پر بھی دور دور

اس کی اطلاع ہوگئی۔ بہت سے لوگوں نے خطوط کے ذریعے سے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی جن کو منع کر دیا گیا لیکن قریب کے مقامات سے بہت سے اصحاب سے نہ رہا گیا اور حاضر ہو ہی گئے ان میں سے چند اصحاب کے نام جو یاد آ گئے درج ذیل ہیں:۔

(۱) جناب مولانا محمد سلیمان ندوی عدم علم سفر کی وجہ سے حضرت والا سے ملنے کے لئے تھانہ بھون تشریف لے گئے اور جب علم ہوا کہ حضرت والا لکھنؤ میں تشریف فرما ہیں لکھنؤ تشریف لائے اور اپنی تمنا کو پورا کیا۔ (۲) جناب مولوی عبدالماجد صاحب دریا آبادی' ان کو حضرت والا سے جو حسن عقیدت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مولوی صاحب ممدوح کئی بار آئے اور مستفید و مستفیض ہوئے۔ (۳) جناب مولوی محمد میاں صاحب خلف جناب مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۴) جناب خان بہادر خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری مجذوب بی اے انسپکٹر مدارس الہ آباد مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۵) جناب مولوی عبدالغنی صاحب مہتمم مدرسہ روضۃ العلوم پھولپور' ضلع اعظم گڑھ مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۶) جناب مولوی افضل علی صاحب متوطن تھلواڑہ ضلع بارہ بنکی مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۷) جناب حکیم کرم حسین صاحب سیتاپوری مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۸) جناب مولوی رفیع الدین صاحب الہ آبادی مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۹) جناب ماسٹر قبول احمد صاحب سیتاپور مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۱۰) جناب ماسٹر ثامن علی صاحب سندیلوی مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۱۱) جناب عبدالحیٔ صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل۔ حال ہومیو پیتھک ڈاکٹر جونپور مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۱۲) حافظ محمد عمر صاحب کٹھوری مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۱۳) حاجی عبدالغفور صاحب ٹانڈہ (۱۴) مدار اللہ صاحب کانپور (۱۵) مولوی ادریس صاحب اعظم گڑھی (۱۶) مولوی حکیم بہاؤ الدین صاحب ہردوئی (۱۷) شعیب احمد صاحب برادر جناب حافظ عبدالولی صاحب بہرائچ (۱۸) عبدالحی صاحب خلف جناب حافظ عبدالولی صاحب بہرائچ (۱۹) محمد صفی صاحب خلف جناب حافظ عبدالولی

صاحب بہرائچ (۲۰) جناب بشیر احمد صاحب پنشنر سب رجسٹرار بنارس اور حضرت والا کے مجاز صحبت (۲۱) جناب مولوی عبدالرحمان صاحب ایم اے ایل ایل بی وکیل پٹنہ (۲۲) جناب مولوی سید محمود الحق صاحب حقی بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ ہردوئی۔ (۲۳) جناب حافظ عبدالولی صاحب اسسٹنٹ مینجر ریاست کپورتھلہ بہرائچ (مع اہلیہ و خادمہ) (۲۴) جناب مولوی انوار الحسن صاحب خلف حضرت محسن کاکوروی (۲۵) جناب منشی علی شاکر صاحب قانون گو (۲۶) جناب محمد نجم احسن صاحب وکیل پرتاب گڑھ (۲۷) جناب حافظ محمد طٰہٰ صاحب کورٹ انسپکٹر بلیا (۲۸) جناب مولوی عبدالصمد صاحب بنارسی مدرس کانپور (۲۹) جناب قاضی محمد مصطفیٰ صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر بھدوئی بنارس۔

لکھنؤ اور مضافات لکھنؤ کے چند زائرین کے اسماء گرامی

خاص لکھنؤ کے حضرات یا وہ حضرات جو لکھنؤ میں کسی ضرورت سے آئے اور حضرت والا کی رونق افروزی کا حال سن کر حضرت اقدس سے آ کر ملے ان کی تعداد بھی بہت کافی ہے۔ یہاں چند قابل ذکر اصحاب کے نام نامی جو اس وقت ذہن میں ہیں لکھے جاتے ہیں:۔

(۱) جناب مولانا ابو السلیم محمد اسلم صاحب فرنگی محلی (۲) جناب مولانا عنایت اللہ صاحب فرنگی محلی (۳) جناب مولانا صبغۃ اللہ صاحب فرنگی محلی (۴) جناب مولانا عبدالقادر صاحب فرنگی محلی (۵) جناب مولوی[1] جمال میاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ خلف جناب مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ (۶) جناب مولانا عبدالشکور صاحب (۷) جناب مولوی عبدالرحیم صاحب برادر جناب مولانا عبدالشکور صاحب (۸) جناب مولوی محمد سعید صاحب خلف جناب مولوی فتح محمد صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (۹) جناب مولوی سید علی صاحب زینبی پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی (۱۰) جناب حاجی مولوی کرم علی صاحب ملیح آبادی (۱۱) جناب مولوی حاجی حافظ محمد واثق الیقین صاحب خلف جناب مولانا صادق الیقین

---

[1] ممدوح جس خلوص و محبت سے ملے ہیں اس کا اثر حضرت اقدس کے قلب مبارک پر ہوا اور وہ بھی کافی اثر لئے بغیر نہیں رہ سکے۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے ایک دوست سے سنا اور اس کی تصدیق خود جناب مولوی جمال میاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے ہوئی کہ جناب راجہ صاحب بہادر محمود آباد بالقابہ کی صحبت میں موصوف نے اس اثر اور بہت کچھ حضرت اقدس کی خوبیوں کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ۱۲ اصل

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کرسی ضلع بارہ بنکی (۱۲) جناب مولوی محمد احمد صاحب کرسوی (۱۳) جناب مولوی سید محمد صاحب بلگرامی خلف جناب سید شاہ محمد زاہد صاحب بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴) جناب بھولے میاں صاحب خلف جناب شاہ وارث حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۵) جناب نواب حافظ سر احمد سعید خان صاحب بالقابہ چھتاری (۱۶) جناب نواب جمشید علی خان صاحب (باغپت) (۱۷) جناب راجہ سید محمد مہدی صاحب (پیر پوری) (۱۸) جناب راجہ سر اعجاز رسول خاں صاحب بالقابہ جہانگیر آباد (۱۹) جناب سید اعزاز رسول صاحب ام ایل اے سندیلہ (۲۰) جناب نواب محمد اسماعیل خان صاحب ام ایل اے بیرسٹر ایٹ لا میرٹھ (۲۱) جناب سید حسن ریاض صاحب (۲۲) جناب سید محمود حسن صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل بہرائچ (۲۳) جناب عبدالوحید خان صاحب بی اے مولف کتاب آزادی کی جنگ (۲۴) جناب مولوی محمد فاروق صاحب ام اے ام ال اے گورکھ پور (۲۵) جناب مولوی محمد نسیم صاحب بی اے ایڈوکیٹ لکھنؤ۔ (۲۶) جناب حاجی محمد اصطفےٰ خان صاحب مالک کارخانہ عطر اصغر علی محمد علی لکھنؤ (۲۷) جناب مولوی محمد اسحاق صاحب منیجر کارخانہ عطر اصغر علی محمد علی لکھنؤ۔ (۲۸) جناب چودھری نعیم اللہ صاحب برادر جناب چودھری نعمت اللہ صاحب پنشنر جج ہائی کورٹ الہ آباد (۲۹) جناب شیخ احسان الرحمان صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ (۳۰) جناب شرافت اللہ خان صاحب شاہجہانپوری ڈپٹی کلکٹر (۳۱) جناب مولوی ستار بخش صاحب قادری رئیس بدایون (۳۲) جناب خان بہادر سید اعجاز علی صاحب۔ پنشنر کلکٹر وحال وزیر اعظم ریاست خیر پور (سندھ) (۳۳) جناب خان قادر رحمان بخش صاحب قادری پرنسپل اسسٹنٹ ڈپٹی کمشنر لکھنؤ (۳۴) جناب چودھری حکیم بشیر احمد صاحب (۳۵) جناب سید احمد علی صاحب برادر سید حامد علی صاحب ڈپٹی کلکٹر اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ اپوائنٹمنٹ ڈیپارٹمنٹ سیکرٹریٹ لکھنؤ (۳۶) جناب حکیم ناصر الدین صاحب محلہ دوگوان لکھنؤ (۳۷) جناب محمد حبیب صاحب الہ آبادی عہدہ دار گورنمنٹ پریس لکھنؤ (۳۸) جناب مولوی ظفر الملک صاحب کاکوروی (۳۹) جناب مولوی حاجی محمد شفیع صاحب بجنوری (۴۰) جناب مولوی محمد ایوب صاحب نبیرۂ جناب مولانا عبدالحیٔ صاحب فرنگی رحمۃ اللہ علیہ (۴۱) جناب مولوی عبدالقوی صاحب فانی پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی

(۴۲) جناب مولوی عبدالباقی صاحب برادر جناب فانی ابنائے جناب مولوی عبدالعلی صاحب آسی مدارسی مرحوم (۴۳) محمد یوسف صاحب بجنوری دفتر ملازم پوسٹماسٹر جنرل لکھنؤ (۴۴) محمد یونس صاحب بجنوری ملازم محکمہ نہر لکھنؤ (۴۵) جناب مولوی امام الدین صاحب امام مسجد سبزی منڈی امین آباد (۴۶) جناب حاجی حکیم خواجہ شمس الدین صاحب (۴۷) جناب قاری عبدالمالک صاحب اور اس کثرت سے حضرات تشریف لائے جن کے اسمائے گرامی کا یاد آنا بھی مشکل ہے۔ (۴۸) میرا چھوٹا بھائی سید مرتضی حسین سلمہ (مالک مقبول المطابع گونڈہ وبارہ بنکی بھی جو حضرت اقدس کے خادموں میں داخل ہے حاضر ہو گیا تھا۔

صحبت گرامی کا اثر

جناب حکیم حافظ عبدالمجید صاحب خلف جناب حکیم عبدالحفیظ صاحب مرحوم (جھوائی ٹولہ لکھنؤ) پر حضرت والا کی مجلس اقدس کی (مختصر) شرکت حضرت والا کی گفتگو، حضرت والا کی تقریر، ملفوظات، ان میں علمی عارفانہ اور صوفیانہ نکات کا جس قدر اثر ہوا اس کا جناب حکیم صاحب ممدوح نے متعدد بار ذکر فرمایا۔

بعض حضرات ایسے تھے کہ اگر وہ روزانہ شریک مجلس نہ ہوتے تو ان کو صدمہ ہوتا وہ کوشش کرتے تھے کہ جس طرح ممکن ہو روزانہ شریک ہوں گو عدیم الفرصتی سے مجبور ہوتے، مگر پھر بھی وقت نکال کر برابر شرکت کرتے، ان میں جناب مولوی عبدالباری صاحب ندوی اور جناب حکیم ڈاکٹر عبدالعلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ سب سے زیادہ مستعد پائے جاتے تھے، ان کی بے تابی ان کا شوق ان کی محبت ان کی عقیدت دیکھنے کے قابل تھی مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار المطابع کے یہاں قیام ہی تھا ان کا ہر بچہ ان کا ہر عزیز ہر وقت خدمت کے لئے موجود رہتا مولوی مصطفی حسن صاحب پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی برادر مولوی محمد حسن صاحب باوجود حضرت والا کی قیام گاہ سے دور رہنے اور فرائض منصبی کے باعث عدیم الفرصت ہونے کے جتنا وقت ان کو مل سکتا یہیں صرف کرتے، مولوی عبدالحمید صاحب پنشنر تحصیلدار (مجاز صحبت حضرت اقدس مدظلہم العالی) کا مکان بھی یہاں سے ذرا فاصلے پر تھا لیکن وہ بے تابانہ وقت پر حاضری دیتے اور میکدۂ عرفان سے خم کے خم پیکر واپس جاتے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ

محبی سید محمود حسن صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ بہرائچ جو نہایت خوش عقیدہ مسلمان' مسلمانوں کے ہمدرد اور مسلم لیگ کے ایک سرگرم رکن ہیں۔ مدت سے متمنی زیارت تھے۔ اتفاق سے لکھنؤ آ گئے۔ حضرت اقدس کی تشریف آوری کا حال سنا مسجد خواص میں آ کر شرف زیارت حاصل کیا ان کا حضرت والا سے تعارف بھی کرایا گیا جب وہ مجلس سے رخصت ہوئے ہیں تو عجیب کیف و بے خودی ان پر طاری تھی۔ مولانا ئے رومؒ کا یہ شعر ان کی زبان پر تھا۔

یک زمانہ صحبت با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یہ وہ اثرات ہیں جو بیان میں نہیں آ سکتے۔

اس عرصے میں خدا کے فضل سے حضرت والا کی طبیعت بہت سنبھل گئی تھی طاقت بھی آنے لگی تھی اور جو شکایتیں تھیں ان میں معتد بہ فائدہ ہو چلا تھا۔

جناب حاجی دلدار خاں صاحب کی کانپور کیلئے درخواست

جناب حاجی دلدار خاں صاحب رئیس و تاجر کانپور جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے حضرت اقدس کے بہت قدیم خادم ہیں کئی بار کانپور سے لکھنؤ آئے اور مشرف بزیارت ہوئے ان کا شروع سے اصرار تھا کہ حضرت والا کانپور میں قیام فرمائیں وہیں علاج ہو یا علاج بدستور جاری رہے مگر قیام کانپور میں ہو لیکن جب یہ رائے قابل عمل نہ معلوم ہوئی تو جناب خان صاحب نے حضرت والا سے درخواست کی کہ حضور چند دنوں ہی کیلئے کانپور تشریف لے چلیں اور پندرہ برس کے بعد مشتاقین زیارت کو کامیاب بنائیں۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر حکیم صاحب خوشی سے اجازت دیں تو میں دو تین دن کے لئے چل سکتا ہوں۔ لیکن میں خود ان سے کوئی خواہش نہیں کروں گا۔ آپ خود کہیں اور خود ہی اجازت لائیں۔ جب اجازت آ جائے گی تب دن تاریخ مقرر ہو کر وہاں چلا جائے گا۔

جناب حاجی دلدار خان صاحب اپنی دھن کے پکے' حضرت اقدس کے والہ و شیدا جھوائی ٹولہ جناب شفاء الملک صاحب کی خدمت میں گئے اور کسی نہ کسی طرح سے ان کو راضی کر کے اجازت لے آئے۔ چنانچہ طے پایا کہ حضرت والا شنبہ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کو مع متعلقین کے کانپور تشریف لے جائیں گے۔

اناؤ میں تھوڑی دیر کے لئے قدم رنجہ فرمانے کی خواہش

یہ حال سن کر ہمارے محترم جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب کے بھانجے صاحب کی جانب سے جواناؤ میں افسر خزانہ ہیں مع ان کی اہلیہ کے جوخواجہ صاحب کے بڑے بھائی صاحب مرحوم کی صاحبزادی ہیں اور خواجہ صاحب کے خویش اوران کی صاحبزادی کے جو اس وقت اناؤ میں تھے درخواست پیش کی گئی کہ حضور والا کانپور جاتے وقت راستے میں تھوڑی دیر کے لئے اناؤ تشریف لاکر غریب کدے کو بھی اپنے قدم مبارک سے عزت بخشیں خدام کی بڑی خوش قسمتی ہوگی۔ حضرت والا نے بغایت شفقت منظور فرمالیا۔

کانپور کو روانگی، اور اناؤ میں چائے نوشی

چنانچہ حضرت اقدس شنبہ ۱۴ رجب المرجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کی صبح کو بسواری موٹر کانپور روانہ ہوگئے۔ جناب حاجی دلدار خاں صاحب نے رات ہی سے دوموٹر کانپور سے بھیج دیئے تھے۔ اوران کی خویش جناب مولوی عبدالحلیم صاحب خوداس خدمت کی بجا آوری کے لئے حاضر تھے۔ نماز فجر کے بعد ہی موٹر پر روانہ ہوگئے اور ۸ بجے اناؤ پہنچے۔ وہاں کے مشتاقوں کو جن میں خواجہ وحیداللہ صاحب بھی تھے شرف زیارت عطافرمایا اور جناب خواجہ صاحب کی برادرزادی کے یہاں جاکران کے اور افسر خزانہ صاحب کے اصرار پر چائے نوش فرمائی اور جلد وہاں سے کانپور روانہ ہوگئے۔ اور نو بجے صبح ہی کو دونوں موٹر کانپور پہنچ گئے۔

لکھنؤ سے کانپور روانہ ہونے کے ایک روز پہلے اس خادم نے بھی عرض کیا تھا کہ اگر اجازت ہوتو یہ خادم بھی کانپور چلے، اپنے خرچ سے جائے گا اپنے ایک دوست کے یہاں ٹھہرے گا کوئی بار جناب حاجی دلدار خان صاحب پر نہ پڑے گا اگر مجلس ہوگی تو شرکت کی برکت حاصل کرے گا حضرت والا نے کمال شفقت سے منظور فرمایا اور یہ خادم نیز جناب قاری شاہ محمد صاحب دونوں ریل سے کانپور حضرت والا کے پہنچنے سے کچھ قبل پہنچے۔ حاجی نظام الدین صاحب تاجر کانپور نے جو حضرت اقدس کے خادم ہیں اپنے صاحبزادے کو اسٹیشن بھیج دیا تھا وہ مجھے اپنے مکان پر لے گئے وہاں سے میں اپنے قدیم شفیق ابومحمد صاحب

ثاقب (خانقاہ شاہ) غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بیگم گنج کانپور) کے یہاں چلا گیا دوپہر کا کھانا وہیں کھایا۔ نماز ظہر کے بعد جناب حاجی دلدار خاں صاحب کے یہاں حاضر ہوا جناب مولوی عبدالحلیم صاحب نے فرمایا کہ یہاں اٹھ آیئے میں نے حضرت والا سے اجازت لے لی ہے اور بہت اصرار کیا میں نے عرض کیا کہ جب تک حضرت اقدس سے نہ دریافت کر لوں گا تعمیل حکم سے مجبور ہوں چنانچہ مولوی جمیل احمد صاحب کے ذریعے سے دریافت کیا حضرت والا نے کہلا بھیجا کہ میں اجازت دے چکا ہوں۔ یہاں آجانا چاہیے میں نے بمشکل ثاقب صاحب سے اجازت لی اور یہاں حاضر ہو گیا دوسرے روز ثاقب صاحب نے دعوت کی اور مجھے جناب حاجی دلدار خاں صاحب اور جناب مولوی عبدالحلیم صاحب سے معذرت کے ساتھ اجازت حاصل کرنا پڑی۔

کانپور میں زائرین کا ہجوم

غرض اسی روز یعنی ۱۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کو جیسے ہی حضرت والا کانپور پہنچے ہیں ایک عام خبر ہوگئی وہ کانپور جہاں حضرت والا کا ابتدائی زمانہ گزرا اور ایک عرصہ دراز تک وہیں قیام فرمایا۔ اس وقت کانپور میں حضور والا کا قیام کیا تھا۔ بادشاہت تھی جسے دیکھئے حلقہ بگوش ہو رہا تھا ایک حقیقت تھی جو عقیدت کی کڑیوں میں جکڑی جا رہی تھی ایسی جگہ ایک مدت مزید کے بعد حضرت والا کا تشریف لانا عقیدت مندوں اور خادموں کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی۔ ظہر کے بعد ہی سے جناب حاجی دلدار خاں صاحب کا مکان ہر طرف سے بھر گیا۔ یہاں تک کہ سڑک تک ہجوم ہی ہجوم نظر آتا تھا۔ ہجوم کرنے والوں سے کہا گیا کہ بعد عصر شاید زیارت ہو ابھی سے آپ لوگ کیوں پریشان ہو رہے ہیں۔ بہت کہنے سننے اور سمجھانے کے بعد مجمع کم ہوا۔ لیکن بعد عصر جب حضرت والا کسی طرح آرام گاہ سے تشریف لا کر باہر رونق افروز ہوئے ہیں اس وقت لوگوں کے شوق اور بیتابی کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی عقیدت و محبت کا اظہار نہیں ہو سکتا ہر شخص چاہتا تھا کہ میں حضرت والا کے قریب پہنچ جاؤں۔ مصافحہ کروں اور دولت دیدار لوٹوں مگر مجمع کی کثرت سے قریب تک پہنچنا کیا ہر ایک کی نظر بھی چہرہ انور پر نہیں پڑ سکتی تھی۔ حضرت والا کو انتہائی

مسرت تھی جس کا اظہار کبھی تبسم سے ہوجاتا کبھی نظروں سے کبھی لفظوں کے ذریعے سے۔ اس وقت حضرت والا کو تکان بہت تھا مگر پھر بھی فیض و برکات کا چشمہ ابل رہا تھا یہاں تک کہ مغرب کا وقت آ گیا اور حضرت والا آرام گاہ میں تشریف لے گئے مجمع با دل نخواستہ ہٹا۔

مزاج کی ناسازی

دوسرے روز یعنی ۱۱ ستمبر ۱۹۳۸ء کو حضرت والا کا مزاج کچھ ناساز ہوگیا۔ چند اجابتیں ہو گئیں اور کمزوری بڑھ گئی۔ مجمع کل سے زیادہ تھا۔ اور بہت پہلے سے آ گیا تھا۔ حضرت والا نے دن بھر کوئی غذا استعمال نہیں فرمائی تھی کھچڑی تیاری کے قریب تھی کہ مجمع کی بیتابی کی اطلاع ہوئی۔ حضرت والا اسی حالت میں مجلس میں تشریف لے آئے اور دروازے کے قریب ہی ایک قالین جو سامنے موجود تھا بچھوا کر رونق افروز ہو گئے۔ مجمع کسی طرح نہیں رکتا تھا۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ میں آگے ہو جاؤں خیر کسی نہ کسی طرح زیارت ہوگئی اور حضرت والا تھوڑی دیر بیٹھ کر تشریف لے گئے تیسرے دن بھی یہی کیفیت رہی۔

۱۱ اور ۱۲ ستمبر ۱۹۳۸ء کو دونوں دن لکھنؤ کے معمول کے مطابق صبح کو یہاں بھی موٹر پر تشریف لے جاتے تھے اور کسی پرفضا جگہ پر موٹر رکوا کر چہل قدمی فرماتے تھے۔ پہلے دن جناب حاجی دلدار خاں صاحب کے صاحبزادے موٹر چلاتے تھے۔ مولوی عبدالحلیم صاحب اور مولوی جمیل احمد صاحب ہمراہی میں تھے۔ نیز این خادم کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت مل گئی تھی۔ اس روز حضرت والا نے ایک گھنٹہ چہل قدمی کی اور جناب حاجی دلدار خاں صاحب کی نئی ٹینری کا ملاحظہ فرمایا۔ دوسرے دن شوفر چلا رہا تھا۔ مولوی عبدالحلیم صاحب مولوی جمیل احمد صاحب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب پروفیسر میڈیکل کالج لکھنؤ کے بھائی شیخ محمد حامد صاحب ایم اے ایل ایل بی وکیل ہمراہی میں تھے نیز یہ خادم بھی تھا۔

تیسرا دن تھا' حضرت والا کی طبیعت پورے طور سے صاف نہیں تھی اور عجیب بات یہ تھی کہ کانپور آ کر مولوی جمیل احمد صاحب حاجی عبدالستار صاحب اور اس خادم کی بھی طبیعت خراب ہوگئی اور برابر خراب رہی۔ حضرت والا باوجود ناسازی مزاج کے جناب حافظ عبدالرحمان خان صاحب مرحوم کے یہاں ان کے صاحبزادے اور اعزہ کی درخواست پر

ٹیکا پور تشریف لے گئے۔ اور تھوڑی دیر ٹھہر کر واپس تشریف لے آئے اور اس طرح اپنے قدیم عقیدتمندوں کو مشرف بزیارت فرمایا۔ یہاں بہت سے لوگ باہر سے بھی شرف زیارت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہو گئے تھے۔ جناب مولوی محمد عیسیٰ صاحب بی اے مجاز طریقت حضرت اقدس مدظلہم العالی مع اپنے صاحبزادے محمد لقمان سلمہ کے بھی آلہ آباد سے حاضر ہو کر فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔

مومن کانفرنس

انہیں دنوں میں کانپور میں مومن کانفرنس ہو رہی تھی اور ان حضرات اور دوسرے مسلمانوں میں زیادہ کشیدگی پیدا ہوگئی تھی یہاں تک کہ مومن صاحبان میں سے ایک شخص مار بھی ڈالا گیا تھا۔ اس وقت کانپور کی فضا بالخصوص مسلمانوں کے درمیان بہت مکدر تھی۔ جناب حاجی دلدار خان صاحب کے خویش جناب ڈاکٹر عبدالصمد صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضرت والا ایک ایسی تحریر عطا فرمادیں جس سے دونوں فریقوں میں مصالحت ہو جائے تو یہ مناقشہ دور ہو جائے اور دونوں فریق اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں۔ اصل مقصود تو ڈاکٹر صاحب کا بھی تھا لیکن ضمن تقریر سے یہ بھی متشرح ہوتا تھا کہ ان صاحبوں کو یہ بھی شکایت ہے کہ ہم کو بعض لوگ حقیر سمجھتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اصل معاملہ کے متعلق تو میں ناواقف ہوں۔ مولوی عبدالحلیم صاحب مضمون لکھ لائیں اگر میں مناسب سمجھوں گا تو دستخط کر دوں گا۔ ہاں تفاضل اقوام کے متعلق علمی تحقیق کے طور پر میں خود ایک مضمون لکھے دیتا ہوں جو مضمون آپ مناسب سمجھیں شائع فرمادیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مولوی عبدالحلیم صاحب کے تحریر کردہ مضمون کو ملاحظہ فرما کر حضرت والا نے دستخط فرمادیئے اور جو خود مضمون تحریر فرمایا وہ جناب ڈاکٹر موصوف کے حوالہ کر دیا گیا اول الذکر مضمون فوراً چھپوا کر شائع کر دیا گیا۔ دوسرا مضمون رسالہ الادب کانپور میں شائع ہو چکا ہے چونکہ یہ مضمون ایک نہایت محققانہ ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہاں اس کو درج کر دوں تاکہ اس مضمون کے پڑھنے والے بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔ وھو ہذا۔

الاختلاف[1] للاعتراف[2]

مجھ سے مختلف مسلمان اقوام کے متعلق جن میں بعض قومیں دوسری قوموں کی تنقیص وتحقیر کرتی ہیں اور بعض قومیں اپنے کو بلا دلیل دوسری قوموں میں داخل کرتی ہیں پوچھا گیا کہ یہ دونوں فعل شرعی قاعدے سے کیسے ہیں؟

اس کا جواب عرض کرتا ہوں:۔

کہ یہ دونوں فعل شرعاً قبیح ہیں۔ پہلا تفریط ہے اور دوسرا افراط۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نصوص شرعیہ اس باب میں ظاہراً دو قسم کے ہیں۔ ایک مثبت مساواۃ و تماثل' ایک مثبت تفاوت و تفاضل' چنانچہ حدیث جاننے والوں کو معلوم ہے اور ظاہر ہے کہ نصوص میں تعارض نہیں ہوسکتا لہٰذا دونوں کے لئے جدا جدا محمل قرار دیا جائے گا۔ پس نصوص مساوات تو احکام متعلقہ آخرت کے باب میں ہیں۔ یعنی آخرت کی نجات کے لئے ایمان واعمال صالحہ کے مدار ہونے میں سب برابر ہیں۔ اسی طرح اسلامی حقوق میں اور دینی کمال حاصل کرنے کے بعد تقدم میں سب برابر ہیں۔ مثلاً سلام وتشمیت عاطس وعیادت وشہود جنازہ میں کہ حقوق اسلامیہ ہیں' یا تحصیل اوصاف استحقاق امامت کے بعد' یا تحصیل علوم دینیہ کے بعد' یا تحصیل کمالات باطنیہ کے بعد امام یا استاد یا شیخ بنانے کے استحقاق میں سب برابر ہیں۔ چنانچہ مدعیان شرافت عرفیہ بھی سب قوموں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ ان سے علوم حاصل کرتے ہیں ان سے بیعت ہوتے ہیں ان کو بطور خلافت طریق' بیعت وتلقین کی اجازت دیتے ہیں۔ چنانچہ خود احقر ایسے حضرات کا شاگرد بھی ہے اور بعضی میری طرف سے مجاز طریقت بھی ہیں۔ پس نصوص مساوات کا تو یہ محل ہے اور نصوص تفاوت احکام راجعہ الی المصالح الدینیہ کے باب میں ہیں۔ جیسے شرف نسب یا نکاح میں کفاءت حتیٰ کہ جو اقوام عرفاً اعلیٰ طبقے کی مشہور ہیں خود ان میں بھی باہم گر اس تفاوت کا شرعاً اعتبار کیا گیا ہے۔ قریش میں بنی ہاشم کا شرف نسبی بقیہ قریش پر نص میں وارد ہے کفائت میں قریش کا شرف غیر قریش پر گو وہ بھی عربی ہوں دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اب نصوص میں کوئی تعارض نہیں پس اس

---

[1] ای فی الانساب ماخوذ من قولہ تعالیٰ جعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ الآیہ ۱۲ [2] بمعنی شناختن کذا فی الصراح ۲

تفاضل کے یہ معنی ہیں کہ کوئی قوم اپنے کو بڑا سمجھ کر دوسرے کو حقیر سمجھے بلکہ صرف بعض احکام میں جن کا بیان اوپر گزر چکا اس تفاضل پر عمل کی اجازت ہے۔ پس جو لوگ اپنے کو بڑا اور دوسروں کو اعتقاداً یا عملاً حقیر سمجھتے ہیں یا بلا دلیل شرعی بڑی قوموں میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں یہ دونوں افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ پہلی جماعت کا تکبر تو کھلا ہوا ہے کہ دوسروں کو اعلانیہ حقیر سمجھا۔ مگر دوسری جماعت والے بھی عندالتامل تکبر کا ارتکاب کر رہے ہیں کیونکہ جب ایک قوم سے نکل کر بلا دلیل شرعی دوسری قوم میں داخل ہونے کی کوشش کی تو جس قوم سے نکلنا چاہا ہے اس کو حقیر سمجھا ورنہ اس سے نکلنے کی کوشش کیوں کرتے اور علاوہ تکبر کے نسب کے بدلنے کے گناہ کا بھی ارتکاب کرتے ہیں۔ جس پر حدیث میں سخت وعید وارد ہے۔ بہرحال ان احکام کے علم کے بعد دونوں جماعتوں پر واجب ہے کہ افراط و تفریط سے توبہ کر کے اتباع نصوص کے تحت میں حدود شرعیہ کے اندر رہیں اور باہم ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں اور کمالات دینیہ حاصل کریں کہ اصلی شرف یہی ہے۔ ورنہ دوسرے اسباب شرف آخرت میں نافع نہ ہوں گے۔ جو کہ مسلمان کا اصل مقصود ہے۔ واللہ الموفق اور یہ سب مضمون مع اجزا اور آیت **یاایھاالناس انا خلقنکم من ذکر و انثی الیٰ قولہ تعالیٰ ان اکرمکم عنداللہ اتقکم** میں مذکور ہے۔ احکام آخرت میں مساوات تو صراحتاً فی قولہ تعالیٰ **ان اکرمکم عنداللہ اتقکم** پس تقویٰ کے مدار اکرمیت ہونے میں سب مساوی ہیں اور احکام دنیویہ میں تفاوت قریب بصراحت فی قولہ تعالیٰ **وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا** تقریر دلالت یہ ہے کہ اختلاف شعوب وقبائل کی غایت تعارف وتمائز کو فرمایا اور ظاہر ہے کہ تعارف وتمائز احکام دنیویہ میں سے ہے۔ اور خود مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ ادائے حقوق خاصہ کے لئے مقصود ہے اور جو حقوق تعارف وتمائز پر متفرع ہوتے ہیں وہ سب احکام متعلقہ بالمصالح الدنیویہ ہیں۔ پس اس طرح پر دلالت حاصل ہو گئی۔ **وللہ الحمد علی ماعلم و فھم وھدانا الی طریق الاقوم** ۱۶ رجب ۱۳۵۷ھ (کتبہ بقلمہ اشرف علی عفی عنہ فی کانپور یوم الغد من انعقاد مومن کانفرنس ۱۶ رجب ۱۳۵۷ھ) کانپور میں بھی برابر وہی دوائیں جو لکھنؤ میں استعمال ہوتی تھیں استعمال ہوتی

رہیں۔ اس کا اہتمام مولوی جمیل احمد صاحب اور ان کی اہلیہ کے ذمہ تھا۔ یہاں دونوں پیرانی صاحبہ مدظلہما کے تشریف لانے کی وجہ سے مستورات کا اس قدر ہجوم تھا جو بیان سے باہر ہے۔ سڑک تک اکے تانگے کھڑے رہتے تھے۔ مسافروں کو چلنے کی دقت ہوتی تھی ڈولیوں پر ڈولیاں آتی تھیں۔

کانپور سے روانگی

سہ شنبہ ۱۷ رجب ۱۳۵۷ھ کو نماز فجر کے بعد ہی واپسی ہوئی، ایک چھوٹے موٹر پر مستورات تھیں اور اسی موٹر کے اگلے حصے میں مولوی جمیل احمد صاحب بھی تھے اور بڑے موٹر پر حضرت اقدس مع جناب حاجی دلدار خاں صاحب اور مولوی عبدالحلیم صاحب کے رونق افروز تھے اور اس خادم کو بھی اسی موٹر پر ساتھ چلنے کی اجازت جناب دلدار خان صاحب کی خواہش پر مل گئی تھی۔ جناب پیرانی صاحبہ مدظلہما بغرض علاج کانپور میں رہ گئیں جو حضرت والا کے تھانہ بھون پہنچنے کے بعد واپس تھانہ بھون پہنچی۔

آج پیدل مشی نہیں کی گئی اور نہ کہیں راستے میں ذرا دیر کے لئے موٹر ٹھہرایا گیا۔ براہ راست لکھنؤ روانگی ہوگئی تقریباً پونے آٹھ بجے صبح کے موٹر لکھنؤ پہنچ گئی۔ لکھنؤ پہنچتے ہی حضرت والا کے مزاج اقدس میں جو اضمحلال پیدا ہوگیا تھا وہ بحمد اللہ رفع ہوگیا اور دیکھا تو خدا کے فضل سے کانپور روانہ ہونے سے پہلے طبیعت میں جو شگفتگی اور انبساط تھا وہ موجود ہے۔ اسی دن مولوی جمیل احمد صاحب جناب حکیم شفاء الملک سے ان کے دولت کدے پر ملے اور تاریخ روانگی مقرر فرما دینے کی خواہش ظاہر کی جناب حکیم صاحب نے ۲۴ رجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۳۸ء مقرر فرمادی۔

اہل لکھنؤ کو علم ہوگیا کہ حضرت والا کا قیام اب ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں رہ سکتا، بہت بے چین ہوگئے۔ وہ اس خیال میں تھے کہ صحت کے بعد حضرت اقدس ابھی تھوڑے دن لکھنؤ میں قیام فرمائیں گے۔ وہ لوگ جو ابھی تک حضرت والا کی زیارت کے لئے باوجود شوق کے اس وجہ سے نہیں آسکتے تھے کہ صحت کے بعد جب اطمینان سے قیام ہوگا اور عام ملاقات کی اجازت ہوگی زیارت کرلیں گے اس خبر کو سن کر بے تاب ہوگئے۔ اور وہ حضرات بھی جن کو

زیارت سے آسودگی نہیں ہوئی تھی یا ان کو حضرت والا کی کوئی تقریر سننے یا قریب حاضر ہونے کا موقع نہیں ملا تھا یہ معلوم کر کے اب حضرت والا کے واپس تشریف لے جانے میں صرف ایک ہفتہ باقی ہے مسجد خواص میں روزانہ حاضر ہوتے اور قریب پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ ان اصحاب کے ذوق وشوق کا عجیب عالم تھا' اب مسجد خواص میں پہلے سے زیادہ مجلس عام کا منظر قابل دید تھا۔ عصر کے بعد سے مغرب تک تل رکھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔ عصر سے پہلے پہلے لوگ آ جاتے تھے اور حجرے کے قریب جہاں حضرت والا رونق افروز ہوتے جگہ گھیر کر بیٹھ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ نماز میں صفوں کا سیدھا ہونا یا صف میں شامل ہونا مشکل ہو جاتا تھا۔ حضرت والا کے قلب مبارک پر بھی ان کے ذوق وشوق' ان کی محبت وعقیدت اور ان کے جذبات کا پورا اثر تھا۔ اور اب مجلس کا رنگ بھی جدا تھا۔ انوار کا ہجوم تھا۔ فیوض وبرکات کی کثرت تھی۔ حقیقت ومعرفت کا میخانہ کھلا ہوا تھا اور مجمع بقدر ذوق سیراب ہو رہا تھا۔

چند دعوتیں

خدام اور مخلصین کو جب معلوم ہوا کہ حضرت والا لکھنؤ میں زیادہ قیام نہیں فرما سکتے تو انہوں نے حضرت والا سے درخواست کی کہ ایک ایک وقت ماحضر پیش کرنے کی اجازت عطا ہو کانپور جانے سے پہلے جناب حاجی حقداد خانصاحب اور مولوی عبدالحمید صاحب پنشنر تحصیلدار نیز محمد حبیب صاحب الہ آبادی نے منظوری حاصل کرنے کے بعد کھانا پکوا کر قیام گاہ پر بھیج دیا تھا۔ اس سے پہلے ایک مرتبہ جناب حاجی حقداد خان صاحب نے تمام خدام اور مخلصین کی جن کو کچھ بھی حضرت والا سے تعلق تھا دعوت کی تھی اور بہت کچھ برکتیں لوٹی تھیں۔ آخر میں اس خادم نے بھی اس سعادت حاصل کرنے کی درخواست پیش کی اور یہ عرض کیا کہ حضور والا اس کی بھی منظوری عطا فرمائیں کہ گھر میں جو چیزیں پسند اور منتخب فرمائیں اور جو مقدار مقرر کریں اسی کے مطابق کل سامان حاضر کر دیا جائے خود ہی انتظام کریں' خود ہی پکوانے کی تکلیف گوارا فرمائیں اور خود ہی جس طرح چاہیں استعمال میں لائیں۔ حضرت والا کو اس تجویز سے بے حد مسرت ہوئی اور نہایت خوشی سے اس تجویز کو

شرف قبولیت عطا فرمایا۔ غرض اس خادم نے اندر کی منتخب کردہ فہرست کے مطابق کل سامان مہیا کر دیا اور اس طرح یہ حقیر و ناچیز دعوت بھی ہو گئی۔ دوسرے روز حضرت والا نے کمال مسرت و پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اس کمترین خدام کو اپنے لطف و کرم سے نوازا۔ مولوی محمد حسن صاحب کے یہاں تو حضرت کا قیام تھا ہی اس پر بھی ان کی اہلیہ نے کئی بار خصوصیت سے دعوت کی۔ قاضی حکیم بشیر الدین صاحب مرحوم ساکن محلّہ دو گوان لکھنؤ جن کا تھانہ بھون سے خاص تعلق تھا' حضرت والا کے ساتھ خاص عقیدت و محبت رکھتے تھے اور حضرت والا جب لکھنؤ تشریف لاتے تھے اکثر انہیں کے یہاں قیام فرماتے تھے۔ ان کی بیوہ' ان کی لڑکی اور داماد کی درخواست پر صبح کو تفریح سے واپس ہوتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے وہاں تشریف لے گئے ان کو تسکین دی اور دعائے خیر و برکت فرمائی۔ حضرت والا کے ایک عزیز قریب سید احمد عیل صاحب لکھنؤ سیکرٹریٹ میں ملازم ہیں جناب مولوی شبیر علی صاحب نے ان کو تلاش کیا ملاقات کے بعد جب ان کو علم ہوا کہ حضرت والا بھی تشریف لائے ہیں مزاج ناساز ہے اور مولوی گنج میں مقیم ہیں۔ اپنے عدم علم پر بہت افسوس کرنے لگے۔ حضرت والا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے یہاں لے جانے اور قیام کرنے کے لئے اصرار کیا۔ حضرت والا نے ان کے مکان پر تھوڑی دیر کے لئے قدم رنجہ فرمایا اور مولوی محمد حسن صاحب کی دل شکنی کی وجہ سے مکان تبدیل فرمانے کے لئے عذر فرما دیا۔

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے یہاں تشریف آوری

لکھنؤ سے روانہ ہونے سے دو دن پہلے یعنی ۱۵ ستمبر ۱۹۳۸ء کو بغیر درخواست کے حضرت والا نے خود اپنی خاص محبت و عنایت سے جناب ڈاکٹر حکیم عبدالعلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فرمایا کہ میں اپنی خواہش کے مطابق نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد مسجد ہی سے آپ کے مکان پر چند منٹ کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ یہ روح افزا مژدہ سن کر جناب ڈاکٹر صاحب کو بے حد مسرت حاصل ہوئی اور حضرت والا بعد نماز مغرب مسجد سے براہ راست جناب ڈاکٹر صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ساتھ ساتھ ایک ہجوم تھا جو واپسی تک برابر بڑھتا ہی گیا اور جب تک حضور واپس آ کر مکان کے اندر تشریف نہیں لے

گئے ختم نہیں ہوا۔ حضرت والا تھوڑی دیر وہاں قدم رنجہ فرما کر واپس تشریف لائے۔

مولانا عبدالباری ندویؒ کے یہاں تشریف آوری

اسی درمیان میں جناب مولوی عبدالباری صاحب ندویؒ نے غایت شوق سے درخواست کی کہ ایک شب کے لئے حضور والا مع مستورات کے میرے غریب خانہ کو بھی تشریف آوری سے رونق و عزت عطا فرمائیں۔ حضرت والا نے ان کے خلوص کو دیکھ کر منظور فرمالیا۔ چنانچہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۸ء کو نماز عصر سے کچھ دیر پہلے حضرت والا مع سواریوں کے وہاں تشریف لے گئے۔ مولوی جمیل احمد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ حاجی عبدالستار اور عبدالمجید حضرت کے خدمت کرنے والے بھی حاضر تھے۔ اس خادم نے بھی حاضر ہونے کی اجازت لے لی تھی۔ چنانچہ یہ خادم اور عزیزی مولوی حافظ ابرار الحق سلمہ مغرب سے پہلے وہاں حاضر ہو گئے۔ ناسازی مزاج کے بعد آج یہ دولت نصیب ہوئی کہ فریضہ مغرب حضرت والا کی امامت میں نصیب ہوا۔ میں نے اور مولوی ابرار الحق سلمہ نے واپسی کی اجازت کی درخواست کرنا چاہی مگر مولوی عبدالباری صاحب نے غایت محبت سے روک لیا اور حضرت والا نے بھی اس کو پسند فرمایا کہ ہم دونوں خادم بھی یہیں رات بسر کریں۔ نماز عشاء بھی حضرت والا نے پڑھائی اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سب اپنی اپنی جگہ پر گئے تا کہ سو رہیں۔

اسی زمانے میں جناب مولوی افضل علی صاحب متوطن جہلوارہ ضلع بارہ بنکی جو حضرت والا کے مجاز طریقت بھی ہیں مع اہل و عیال کے مولوی عبدالباری صاحب کے یہاں مقیم تھے۔ ان کو دو تین روز سے کچھ دماغی شکایت پیدا ہوگئی تھی جو اس سے پہلے اور بھی کئی بار ہو چکی تھی۔ لیکن آج اس دورے میں زیادتی تھی۔ اس رات کو جناب مولوی عبدالباری صاحب کی کوٹھی پر مولوی افضل علی صاحب کے دورے کی وجہ سے کوئی اطمینان سے سو نہ سکا۔ مستورات پر اس کا بہت اثر تھا۔ اور ان کی وجہ سے حضرت والا بھی بہت متاثر تھے۔ غرض وہ رات عجیب بے چینی اور اضطرار میں بسر ہوئی۔ نماز فجر میں مولوی افضل علی صاحب شریک جماعت تھے اس وقت بھی حضرت والا ہی نے نماز پڑھائی۔ بعد فراغت نماز حضرت والا نے مولوی افضل علی صاحب سے فرمایا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کچھ روز کے لئے مکان چلے جائیں۔ لکھنؤ

کی آب وہوا آپ کے موافق نہیں ہے۔ انہوں نے اسی حالت میں اس کو منظور کرلیا۔ چنانچہ حضرت والا نے خود ان کی قیام گاہ پر تشریف لے جا کر اس موٹر پر جس پر حضرت والا تفریح کے لئے جایا کرتے تھے اور اس وقت حضور ہی کے لئے وہ موٹر یہاں آیا تھا۔ مولوی افضل علی صاحب ان کی اہلیہ اور ان کے خویش کو اسٹیشن بھیج دیا۔ وہ دن تانگے اور اکوں کی ہڑتال کا تھا۔ کوئی سواری نہیں ملتی تھی اور یہاں دیر ہوگئی تھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں ٹہلتا اور تفریح کرتا ہوا چلا جاؤں گا۔ آج مشی نہیں کی ہے۔ مشی بھی ہوجائے گی۔ موٹر جس وقت آئے پہلے مستورات کو بھیج دیا جائے اور اس کے بعد اگر وقت ہو تو راستے میں مجھے موٹر مل جائے۔ اس طرح حضرت والا پیدل وہاں سے روانہ ہوگئے۔ حضرت والا کے ہمراہ یہ خادم اور مولوی ابرار الحق تھے۔ مولوی عبدالباری صاحب کی کوٹھی ڈالی گنج میں بالکل شیعہ کالج سے ملی ہوئی واقع ہے۔ ایک تانگہ والے کو دیکھا کہ کسی کو شیعہ کالج پہنچا کر واپس آرہا ہے وہ بے چارا حضرت والا کو پیدل چلتا ہوا دیکھ کر خود ہی رکا کہ شاید تانگہ کی ضرورت ہو۔ میں نے اس سے ضرورت کا اظہار کیا اور وہ باوجود ہڑتال کے پیر جلیلوں کے محلّہ کے قریب تک پہنچانے کے لئے تیار ہو گیا۔ خداوند کریم نے غیب سے حضرت والا کے لئے راحت کا سامان فرمایا اور حضرت والا نہایت آرام سے محلہ مذکور تک پہنچ گئے۔ وہاں سے مولوی گنج زیادہ دور نہیں تھا تھوڑی ہی دور پیدل چلے ہوں گے کہ چودھری خلیق الزمان صاحب کا موٹر جو مولوی افضل علی صاحب کو پہنچانے گیا تھا اور مستورات کو بھی پہنچا کر واپس آ گیا تھا ڈھونڈھتا ہوا یہاں پہنچ گیا اور حضرت والا اطمینان وآرام سے قیام گاہ پر پہنچ گئے۔

جناب وصل بلگرامی صاحب کے قیام گاہ پر رونق افروزی اور عطاء واعزاز

اسی روز اس خادم نے بھی درخواست کی کہ تفریح کے بعد کل تھوڑی دیر کے لئے حضور والا اس خادم کے قیام گاہ پر تشریف فرما ہو کر اس جگہ کو اپنے اقدام میمنت التیام سے منور ومشرف فرمائیں اور اگر نامناسب نہ ہو تو چائے بھی نوش فرمالیں۔ نیز دیگر احباب بھی شریک کرنے کی اجازت بھی عطا فرمادیں۔ حضرت والا نے اپنی خاص نوازش وغایت کرم

سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے کہ گو میں چائے نہیں پیتا مگر میں وہاں پی لوں گا۔ ذرا سی چاء کیا نقصان کرے گی منظوری درخواست عطا فرما دی۔ ان الفاظ کا اثر جو مجھ پر ہوا وہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ غرض ۱۹ ستمبر ۱۹۳۸ء کی صبح ہوئی اور میرے کمرے میں برکتوں اور رحمتوں کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ جناب سید اعزاز رسول صاحب ایم ال اے تعلقدار سندیلہ ضلع ہردوئی (جنکی عمارت نمبر ۹ واقع قیصر باغ لکھنؤ میں میرا قیام ہے) جناب حکیم ڈاکٹر عبدالعلی صاحب ندوی۔ جناب شیخ ہاشم علی صاحب رئیس جگور، جناب مولوی عبدالحمید صاحب پنشنر تحصیلدار جناب حکم کرم حسین صاحب سیتاپوری جناب مولوی عبدالغنی صاحب پھولپوری، جناب حاجی حقداد خان صاحب جناب محمد حبیب صاحب الٰہ آباد، اور کئی حضرات تشریف لے آئے۔ کافی مجمع ہو گیا تھا دو کمرے بھرے ہوئے تھے۔

حضرت اقدس تفریح سے واپسی پر جس طرح رونق افروز ہوئے ہیں اس کی کیفیت میرے دل سے پوچھئے معلوم ہوتا تھا کہ آج تمام انوار و برکات و فیوض اور کل رحمتیں یہاں جمع ہو گئی ہیں۔

برزمینے کہ نشان کف پائے تو بود سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

حضرت والا کے ہمراہ مولوی جمیل احمد صاحب حکیم سمیع اللہ خان صاحب مولوی محمد حسن صاحب (مولوی جمیل احمد صاحب کی دونوں بچیاں مولوی محمد حسن صاحب کی بچی) یہ سب تھے۔ اس وقت اور حضرات تو آ چکے تھے۔ صرف حکیم صاحبان جھوائی ٹولہ کا انتظار تھا۔ ٹیلی فون سے معلوم ہوا کہ جناب شفاء الملک صاحب کا موٹر بگڑ گیا ہے اب دوسرے موٹر پر تشریف لا رہے ہیں اس انتظار میں حضرت والا کو زیادہ قیام فرمانا پڑا۔ خدا خدا کر کے جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب، جناب حکیم عبدالمجید صاحب اور جناب حکیم عبدالمعید صاحب تشریف لے آئے۔ اور ناشتہ و چائے میں شرکت فرما کر احقر کو ممنون کرم بنایا۔ حضرت والا نے یہ بھی گوارا نہیں فرمایا کہ موٹر مقررہ وقت سے زیادہ روکا جائے۔ چنانچہ وہ موٹر حکیم صاحب کے تشریف لانے سے پہلے واپس کر دیا گیا۔ اور حضرت والا وہاں سے ناشتے وغیرہ سے فراغت کے بعد سید اعزاز رسول کے موٹر پر مولوی گنج تشریف لے گئے۔

اس طرح حضور والا کافی دیر تک رونق افروز رہے اور اس خادم کو ہر طرح سے شرف اعزاز عطا فرمایا۔ یہ لمحات برکات آیات میرے لئے سرمایہ حیات اور باعث حصول حسنات تھے۔ اس پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے، یہاں بھی ملفوظات کا چشمہ جاری تھا، مختلف انداز سے بارش نوازش ہو رہی تھی۔ ساقی تھا اور دور بادۂ عرفان، رند تھے اور گردش میں ساغر پر ساغر، اور تمام بزم محو و بیخود تھی۔ ہر شخص پر وہ کیف طاری تھا جو کبھی نہ دیکھنے نہ سننے میں آیا۔ یہ مبارک ساعتیں یہ بابرکت لمحے یہ پر کیف گھڑیاں پھر کہاں مل سکتی ہیں۔

جناب شفاء الملک صاحب کی دعوت

اس کے دوسرے دن یعنی ۲۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کو لکھنؤ سے روانگی کا دن تھا اور آج یعنی ۱۹ ستمبر ۱۹۳۸ء کو جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب نے بعد مغرب حضرت والا کو اپنے یہاں مدعو کیا تھا اور اس خادم کے لئے بھی رقعہ بھیج کر حضرت اقدس سے اجازت حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ مسجد خواص میں نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد حضرت والا قیام گاہ پر تشریف لے گئے تاکہ تیار ہو کر جلد جھوائی ٹولہ روانہ ہوں۔ جناب شفاء الملک صاحب نے عنایت محبت سے دو موٹر بھی بھیج دیئے تھے تاکہ سب لوگ بآرام پہنچ جائیں۔ حضرت والا کو کسی خاص وجہ سے اندر آنے میں دیر ہو گئی اور جب حضرت والا باہر تشریف لائے ہیں تو جناب مولوی عنایت اللہ صاحب اور جناب مولوی عبدالقادر صاحب فرنگی محلی کو موٹر کے قریب موجود پایا۔

حضرت والا کو ان حضرات کے خلاف اوقات تشریف لانے سے بے حد استعجاب ہوا۔ اور فرمایا کہ آپ حضرات نے کیسے تکلیف فرمائی۔ میں یونہی آپ حضرات کی محبت اور عنایت کا ممنون ہوں۔ آپ حضرات بار بار مجھ پر عنایت کر کے محجوب فرماتے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو ابھی معلوم ہوا کہ کل صبح جناب واپس تشریف لے جائیں گے ہم لوگوں کا ارادہ تھا کئی بار حاضر ہو کر کچھ استفادہ حاصل کریں۔ صرف جناب کی ناسازی مزاج اور تکلیف کے خیال سے نہ آسکے، لیکن یہ علم نہیں تھا کہ اتنی جلد جناب تشریف لے جائیں گے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے بھی آپ حضرات سے بہت انس ہو گیا ہے۔ میرا خود قصد تھا کہ فرنگی محل آ کر آپ حضرات سے ملوں، مگر طبیعت کے اضمحلال نے آنے نہ دیا۔ جس کا مجھے افسوس ہے۔

غرض جناب مولوی عنایت اللہ صاحب اور جناب مولوی عبدالقادر صاحب بہت متاثر ہو کر حضرت والا سے رخصت ہوئے اور حضرت والا موٹر پر سوار ہو کر جھوائی ٹولہ روانہ ہو گئے۔ حضرت والا کے موٹر پر جناب حاجی حقداد خاں صاحب اور مولوی جمیل احمد صاحب تھے اور دوسرے موٹر پر حکیم مسیح اللہ خاں صاحب مولوی محمد حسن صاحب اور یہ خادم تھا۔

جناب حکیم شفاء الملک صاحب ہمہ تن چشم انتظار بنے ہوئے تھے۔ دیر ہو جانے کی وجہ سے خیال کر رہے تھے کہ کہیں موٹر تو نہیں خراب ہو گیا ہے لیکن جب حضرت والا تشریف لے آئے اور حضرات فرنگی محل کا تشریف لانا اور تاخیر کا باعث معلوم ہوا تو اطمینان ہو گیا۔

جناب شفاء الملک صاحب نے دریافت کیا کہ پہلے نماز پڑھ لی جائے یا کھانا منگایا جائے۔ حضرت والا نے فرمایا مناسب ہے کہ پہلے نماز عشاء سے فراغت حاصل کر لی جائے تا کہ اشتہا بھی کافی ہو جائے اور اطمینان سے کھانا بھی کھایا جائے۔ چنانچہ حضرت والا نے امامت فرمائی اور وہیں جناب شفاء الملک صاحب کے مکان پر نماز عشاء ادا کی گئی۔ اس کے بعد کھانا منگایا گیا جناب حکیم صاحب نے فرمایا کہ میں نے کوئی تکلف نہیں کیا ہے۔ بہت سادہ کھانا ہے لیکن جس وقت کھانا آیا اور دستر خوان پر چنا گیا تو معلوم ہوا کہ سادہ اور بے تکلف کا ایسا کھانا ہوتا ہے اور اگر تکلف یا انتظام کیا جاتا اور سادگی نہ ہوتی تو شاید دستر خوان پر کھانا رکھنے کی جگہ ہی نہ ملتی۔ خیر وہ کھانے بے تکلفی اور سادگی کے ہوں یا نہ ہوں مگر محبت' خلوص اور لطف کے ضرور تھے اور متعدد تھے' کئی قسم کا گوشت' کئی قسم کے کباب' کوفتے' مچھلی' مرغ مسلم' مرغ پلاؤ' باقر خانی' فیرینی' شاہی ٹکڑے اور کیا عرض کروں کتنی نعمتیں دستر خوان پر موجود تھیں۔ دو ایک چیزوں کی نسبت جناب حکیم صاحب نے فرمایا کہ یہ خاص میرے یہاں کی ایجاد ہیں۔ ہر کھانا لذیذ اور خوش ذائقہ تھا جیسا قدیم رؤسا اور شرفاء کے گھروں میں پکایا جاتا ہے۔ جناب حکیم صاحب بڑی محبت سے اصرار پر اصرار کر کے حضرت والا کو کچھ کھلاتے جاتے تھے۔ حضرت والا فرما رہے تھے کہ آپ ہی نے پرہیز بتایا تھا اور اچھا ہوا آپ ہی پرہیز تڑوا رہے ہیں۔ ان شاء اللہ کوئی نقصان نہ ہو گا' حکیم کے یہاں کا کھانا ہے حکیم صاحب بے حد

مسرور تھے۔ اوران کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی شرکاء میں صرف حکیم عبدالمعید صاحب اور حکیم حافظ عبدالمجید صاحب اور حضرت والا کے ہمراہیوں کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ غرض یہ دعوت بڑے لطف وکیف کے ساتھ ختم ہوئی اور دس بجے شب کے قریب واپسی ہوئی۔

لکھنؤ سے روانگی

صبح کو ۲۰ ستمبر تھی۔ منگل کا دن اور چوبیسویں رجب۔ ایک دن پہلے ہی سے روانگی کے سب انتظامات کر لئے گئے تھے۔ اسباب باندھ کرایک جگہ رکھ لیا گیا تھا۔ اور جب صبح ہوئی اور بعد نماز فجر خادم حاضر ہوا تو دیکھا سب سامان تیار ہے اور دروازے پر مشتاقین کا ایک بہت بڑا مجمع موجود ہے۔

میں نے قبل سے ایک شکرم اسباب لے جانے کے لئے کرایہ پر کر لی تھی' جو وقت پر آ گئی اور کل اسباب اس پر رکھا گیا اور حاجی عبدالستار صاحب مع عبدالمجید اس پر سوار ہو کر اسٹیشن روانہ ہو گئے اسباب کے تلوانے محصول ادا کرنے اور پلیٹ فارم پر اس کو لے جانے کے لئے ایک مخلص خاص کو شکرم کے ساتھ روانہ کر دیا تھا جنہوں نے اسٹیشن پہنچ کر اسباب تلوایا۔ خدا کے فضل سے اسباب اس سے زیادہ نہیں نکلا جس قدر ٹکٹوں کے حساب سے ہونا چاہیے تھا۔

میں نے ہمراہی میں تھانہ بھون چلنے کے لئے ایک روز قبل سے اجازت حاصل کر لی تھی۔ اور کل ٹکٹ بھی ایک روز پہلے سے امین الدولہ پارک لکھنؤ کے ٹکٹ گھر سے لے لئے تھے۔

ناشتے کے لئے دو درخواستیں تھیں ایک مولوی محمد حسن صاحب کی اور ایک اس خادم کی۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا ایک وقت کے لئے مولوی محمد حسن صاحب ساتھ کر دیں اور ایک وقت کے لئے مجھے اجازت عطا ہوئی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

زیارت وملاقات کے لئے مجمع کثیر

گاڑی چھٹنے سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل جناب سید اعزاز رسول صاحب ام ال اے تعلقدار سندیلہ کا موٹر لے کر یہ خادم حاضر ہو گیا تھا پہلے کل مستورات اور مولوی جمیل احمد صاحب اسٹیشن روانہ ہو گئے اس وقت حضرت والا سے عرض کیا گیا کہ ایک مجمع کا مجمع دروازے پر

مشتاق زیارت ہے ایسا نہ ہو کہ جب حضور باہر تشریف لائیں تو مجمع کو دیکھ کر طبیعت عالی پر کچھ گرانی ہو۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ نہیں بلکہ سب کو اندر بلالیا جائے مکان خالی ہے۔ جس کو جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ غرض اس وقت کا عالم اور زائرین کی مسرت دیکھنے کے قابل تھی۔ جس ذوق وشوق میں بے تاب ہو کر زائرین مکان میں پہنچے ہیں وہ کیفیت تحریر میں نہیں آسکتی۔ اس وقت عام اجازت تھی۔ ہر شخص حاضر ہو سکتا تھا۔ اسی حالت میں اس مکان کا مالک جس میں حضرت والا کا قیام تھا حاضر ہوا اور حضرت والا نے مسرت کا اظہار فرمایا۔ اتنے میں مستورات کو پہنچا کر موٹر واپس آ گیا۔ اور حضرت والا موٹر پر سوار ہو گئے موٹر میں حضرت والا کے ہمراہ جناب مولوی عبدالباری صاحب ندوی تھے اور یہ خادم میں نہیں عرض کر سکتا کہ جس وقت حضرت والا قیام گاہ سے روانہ ہوئے ہیں تو وہاں جہاں اتنے انوار و برکات کا ہر طرف ہجوم تھا کس قدر حسرت برس رہی تھی اور جس وقت مولوی گنج امین الدولہ پارک اور امین آباد ہوتے ہوئے حضرت والا اسٹیشن روانہ ہوئے ہیں لکھنؤ کس حسرت و یاس سے دیکھ دیکھ کر نہ معلوم زبان حال سے کیا کچھ کہہ رہا تھا۔

اسٹیشن پر پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ ابھی گاڑی آنے کے وقت میں دیر ہے اور کافی لیٹ بھی ہے۔ چنانچہ وہیں پلیٹ فارم پر فرش بچھا دیا گیا اور حضرت والا وہیں رونق افروز ہوئے۔ وہاں بھی ایک اچھا خاصہ مجمع ہو گیا تھا۔ جناب حکیم شفاء الملک صاحب بھی پہنچ گئے تھے۔ اور حضرت والا کے خدام اور متوسلین کے علاوہ دیگر حضرات بھی شرف دست بوسی حاصل کرنے کے لئے حاضر تھے۔ اس وقت حضرت والا پر ایک خاص کیفیت کا اثر تھا جذبات موجزن تھے۔ اور اس وقت کی تقریر' ملفوظات' بیانات ایسے تھے جن کا کیف آج بھی صاحبان عقیدت وحال کے دلوں پر باقی ہے۔ اتنے میں ریل سامنے سے نظر آئی ایک ٹکٹ چیکر صاحب نے دوڑ کر گارڈ کے قریب والے ڈبے میں جو براہ راست سہارنپور جانا تھا حضرت والا کے لئے کافی جگہ کرالی اور حضرت والا نہایت آسائش و آرام سے بیٹھ گئے۔ اسباب بھی باقاعدہ رکھ دیا گیا اور ہر طرح کا اطمینان ہو گیا۔ لیکن زنانے درجے میں اس قدر ہجوم تھا کہ بیٹھنا دشوار تھا۔ سہارنپور تک اس درجے کی یہی حالت رہی اور کسی طرح

مستورات کو آرام نہ مل سکا۔ قریب دس بجے دن کے گاڑی لکھنؤ اسٹیشن سے روانہ ہوئی اور اصحاب لکھنؤ اس شعر کو بزبان حال کہتے ہوئے واپس ہوئے ؎

ہر کہ در محفل تو آمدہ خندان آمد ہر کہ از بزم تو برخاستہ گریاں برخواست

ہمراہیوں میں عزیزی مولوی ابرار الحق سلمہ کے علاوہ حافظ محمد طٰہٰ صاحب کورٹ انسپکٹر بلیا اور مولوی علی نظر بیگ صاحب مراد آبادی کا اور اضافہ ہوا۔ حضرت والا لکھنؤ سے انس اور اہل لکھنؤ کی محبت و خلوص کا تذکرہ فرماتے جا رہے تھے کہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد ہردوئی اسٹیشن آیا۔ حضرت والا کے مجاز صحبت اور مخلص خادم مولوی محمود الحق صاحب حقی ایڈوکیٹ ہردوئی کو پہلے سے اطلاع تھی کہ حضرت اقدس گاڑی میں تشریف لا رہے ہیں چنانچہ وہ اسٹیشن پر موجود تھے اور ان کے ساتھ مسلمانان اور عمائدین ہردوئی کا ایک خاص مجمع تھا جس میں وکلاء بھی تھے افسران بھی تھے۔ تاجر بھی تھے اور رؤسا بھی سب نے درجے میں آ کر شرف دست بوسی حاصل کیا اور حضرت والا مصافحے کے ساتھ ساتھ ہر ایک کا مزاج پوچھتے رہے۔ مولوی حکیم بہاؤ الدین صاحب اور دوسرے اصحاب سے تعارف بھی کرایا گیا۔ جناب مولانا حافظ انوار احمد صاحب امیٹھوی بھی باوجود پیرانہ سالی کے تشریف لائے تھے ان کو جو خادمانہ تعلق حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ اور جو عقیدت مندانہ محبت حضرت اقدس سے ہے وہ ان کو اسٹیشن پر لے آئی اور یہی محبت لکھنؤ بھی لے گئی تھی۔ یہاں کئی منٹ گاڑی ٹھہری۔ جناب مولوی محمود الحق صاحب نے ناشتہ پیش کیا اور گاڑی روانہ ہوگئی۔

ہردوئی سے گاڑی روانہ ہونے کے بعد حضرت والا نے کھانا تناول فرمایا مگر اس طرح کچھ مولوی محمد حسن صاحب کے ناشتے میں سے کچھ مولوی محمود الحق صاحب کے ناشتے میں سے اور کچھ اس خادم کے ناشتے میں سے مستورات کے لئے پیشتر ہی سے کچھ کھانا بھیج دیا گیا تھا۔

حضرت والا نے اس کی احتیاط کر دی تھی کہ کسی کو آج کی روانگی کی اطلاع نہ ہو ورنہ اسٹیشنوں پر مجمع ہو جائے گا اور بڑی زحمت اٹھانا پڑے گی۔ مگر نہ معلوم کس نے خبر کر دی اور اتنی جلد کیونکر خبر پہنچ گئی شاہجہانپور اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تو کچھ لوگ حضرت والا کا ڈبا ڈھونڈھتے ہوئے پہنچے اور مصافحہ کر کے ریل کے چھوٹنے تک حاضر رہے۔ اب تھوڑی دیر کے لئے حضرت والا نے استراحت فرمائی تھی کہ بریلی کا اسٹیشن آ گیا وہاں بھی دیکھا کہ بہت سے

لوگ زیارت کے لئے حاضر ہیں یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا آخر حضرت والا نے مصافحہ سے ان مشتاقین کو مشرف فرمایا۔ اس کے بعد وضو کیا گیا اور بحمد اللہ نماز باجماعت ادا ہوئی۔ امامت حضرت والا نے فرمائی گرمی کی شدت تھی نیند بھی نہیں آئی تھی کہ رامپور کا اسٹیشن آ گیا۔ دو چار خادم یہاں بھی حاضر ہوئے اور مرادآباد تک جانے کے لئے درجے میں بیٹھ گئے۔

مرادآباد اسٹیشن پر زائرین کا ہجوم

جس وقت مرادآباد کا اسٹیشن آیا اور پلیٹ فارم کے قریب گاڑی پہنچی تو عجیب حیرت انگیز منظر سامنے آ گیا۔ پورے پلیٹ فارم پر بجز مسلمانوں کے اور کوئی نظر نہ آتا تھا۔ گاڑی کے ٹھہرتے ہی اللہ اکبر کے نعروں سے پلیٹ فارم گونج گیا۔ نعرۂ تکبیر نے چونکا دیا۔ دیکھا تو سب حضرت والا ہی کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ مجمع کا اندازہ اڑھائی تین ہزار کا تھا۔ آخر کھڑکی کھول کر لوگوں نے درجے میں آنا اور مصافحہ کرنا شروع کر دیا۔ ایک پر ایک گرا پڑتا تھا۔ کسی طرح مصافحے کی گنجائش نہیں تھی۔ آخر وہیں کے دو چار صاحبوں نے مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ ایک کھڑکی سے آؤ اور دوسری کھڑکی سے ڈبے کے باہر چلے جاؤ ورنہ کوئی بھی مصافحہ نہ کر سکے گا۔ اور سب محروم رہ جائیں گے۔ ان لوگوں سے اور مجمع سے سخت بات چیت بھی ہو گئی مگر ان لوگوں نے ہمت سے کام لے کر مجمع کو تھوڑا بہت قابو میں رکھا۔ لیکن مصافحے کرنے میں پیش قدمی کرنے سے کوئی باز نہ رہا۔ ان کے جذبات' ان کی عقیدت ان کے شوق اور ان کے جوش کا عجیب حال تھا۔ حضرت والا کے ہمراہیوں نے چاہا بھی کہ روکیں۔ مگر حضرت والا نے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ ذرا دیر کا معاملہ ہے ان کے جذبات کو نہ روکنا چاہیے یہ اپنی حسرت پوری کر لیں۔ یہاں تک کہ مصافحہ کرتے کرتے حضرت والا کو بے حد تکان ہو گیا۔ مجبوراً حضرت اقدس نے ہاتھوں کو رانوں پر رکھ لیا۔ اس پر بھی مشتاقین سے نہیں رہا گیا اور باہر کھڑکی سے اپنے ہاتھ کو بڑھا کر حضرت والا کے دست مبارک کو کھینچ لیتے تھے اور ممکن ہوتا تھا تو چوم لیتے تھے۔ یا اپنے ہاتھ کو حضرت کے دست مبارک سے مس کر کے اپنے ہاتھ کو بوسہ دے لیتے تھے۔ ہم خدام حضرت والا کے چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے تھے مگر زائرین تھے کہ کسی طرح نہیں مانتے تھے اور اپنے شوق کے پورا کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور بار بار نعرہ تکبیر

لگاتے جاتے تھے۔ اسٹیشن پر زائرین کے مجمع کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اسٹیشن کے مسلمان ملازم ٹکٹ بابو وغیرہ گاڑی میں آ آ کر مصافحہ کررہے تھے۔ یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ اسٹیشن کے کمرے کہاں ہیں اور مسافر اتر کر کہاں گئے۔ یا مسافر کس طرف سے آ کر سوار ہوئے گارڈ نے کئی کئی بار سیٹی دی زائرین نے بڑی مشکل سے گاڑی کو چھوڑا اور اس حالت اس عالم اور اس طوفان میں یہ طوفان میل روانہ ہوا۔ چلتی ہوئی گاڑی سے دیکھا تو پلیٹ فارم پورا ابھرا ہوا تھا بلکہ دور تک یہ سلسلہ چلا گیا تھا جب گاڑی روانہ ہوگئی تو دیکھا کہ حضرت والا پر تکان کے کافی آثار موجود تھے۔ پنکھا جھلا گیا اور چند منٹ کے لئے حضرت والا بنچ پر لیٹ گئے اسی درجے میں چند ہندو صاحبان بھی سوار تھے۔ یہ حالت دیکھ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور قدموں کو چھونا شروع کیا۔ حضرت والا نے منع فرمایا اور بخندہ پیشانی ان کو عرض کرنے کا موقع دیا۔ انہوں نے چاہا کہ کچھ استفسارات کریں مگر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ابھی بیماری سے نجات پائی ہے بہت کمزور ہوں۔ ڈاکٹروں اور اطباء نے زیادہ گفتگو اور دماغی کاموں سے منع کردیا ہے اور ابھی اس مجمع کی وجہ سے کافی تکان ہوگیا ہے۔ اس لئے میں معذور ہوں۔ اتنی گفتگو اور شرف قدم بوسی بھی ان صاحبوں کو غنیمت معلوم ہوا۔ اس کے بعد سیوہارہ اسٹیشن آ گیا۔ وہاں بھی دیکھا زائرین کی کافی تعداد موجود تھی مگر نہ اتنی جتنی مرادآباد اسٹیشن پر یہاں بھی وہی مصافحے کا سلسلہ شروع ہوگیا اور چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ گاڑی روانہ ہوگئی اور عصر کی نماز باجماعت ادا کی گئی۔ اب لکسر اسٹیشن پر گاڑی پہنچی۔ گاڑی لیٹ تھی' خیال تھا کہ تھانہ بھون والی گاڑی نہیں ملے گی۔ ہم لوگ دعا کررہے تھے کہ مل جائے یہاں تک کہ رڑکی کا اسٹیشن آیا گاڑی رکی۔ دیکھا تو جناب مولوی محمد طاہر صاحب قاسمی جناب مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی مجاز طریقت حضرت اقدس مولوی ظہور الحسن صاحب اور کئی خدام موجود ہیں۔ ہر ایک نے بیتابانہ دوڑ کر مصافحے کا شرف حاصل کیا اور سب حضرات سہارنپور تک حضرت کی ہمراہی میں روانہ ہو گئے۔ رڑکی تک گاڑی لیٹ تھی اور امید تھی کہ اب تھانہ بھون والی گاڑی نہیں ملے گی۔

سہارنپور میں ورود مسعود

مگر جس وقت سہارنپور اسٹیشن پر گاڑی پہنچی اور گھڑی دیکھی گئی تو مقررہ وقت میں پانچ

منٹ باقی تھے۔ سہارنپور اسٹیشن پر بھی زائرین کا اچھا خاصہ مجمع تھا اور جناب مولوی ظفر احمد صاحب اور جناب مولوی شبیر علی صاحب تھانہ بھون سے آ کر سہارنپور اسٹیشن پر موجود تھے۔ مجمع سے مولوی منفعت علی صاحب ایم ایل اے ایڈوکیٹ سہارنپور نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ لاری اور موٹر کا انتظام مکمل ہے حضور والا باہر تشریف لے چلیں۔ اسباب زیادہ تھا لیکن ہاتھوں ہاتھ اتار کر پلیٹ فارم پر رکھا گیا اور قلیوں نے جلد سے جلد باہر پہنچا کر لاری پر رکھ دیا۔ حضرت والا مع متعلقین کے موٹر پر رونق افروز ہوئے اور باقی لوگ لاری پر سوار ہوئے۔ چونکہ لکھنؤ سے ٹکٹ تھانہ بھون تک کے لئے لئے گئے تھے اس لئے اور بھی آسانی ہوگئی جب چھوٹی لائن کے اسٹیشن پر موٹر اور لاری پہنچ گئی تو گاڑی کے چھوٹنے میں کئی منٹ باقی تھے۔

جناب مولوی شبیر علی صاحب نے مستورات کو زنانے درجے میں بٹھا دیا۔ اور جناب مولوی ظفر احمد صاحب بھی زنانے درجے کے قریب والے درجے میں بیٹھ گئے۔ اسباب سب دیکھ کر رکھ دیا گیا۔ اور حضرت والا آرام سے ایک درجے میں رونق افروز ہوئے۔

اتنے میں جناب مولوی محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور کئی اصحاب پہنچ گئے اور حضرت والا سے مصافحہ کیا۔ جناب شیخ الحدیث نے جناب مولوی حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپوری کی طرف سے سلام کے بعد صحت یابی اور خیریت سے واپسی پر پیغام مسرت پہنچایا اور بوجہ علالت ان کی جانب سے عدم حاضری کی معذرت پیش کی۔

تھانہ بھون میں واپسی

غرض حضرت والا بارہ بجے شب کے قریب خدا کے فضل وکرم سے صحت وعافیت کے ساتھ رونق افروز تھانہ بھون ہوئے اور اس طرح یہ سفر خدا کے فضل وکرم سے نہایت خیر وخوبی، خیریت وعافیت، لطف وانبساط اور گوناں گوں فیوض وبرکات کے ساتھ ختم ہوا۔

والحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

احقر: وصل بلگرامی غفرلہٗ

پنجشنبہ غرہ شوال ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۴ نومبر ۱۹۳۸ء خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔

قطعہ تاریخ صحتیابی

مرشدی و مولائی حضرت حکیم الامت مدظلہم العالی

رسید مژدہ بشہر و دیار و کوہ و دشت — کہ درخرمی آمد، زمان رنج گذشت
بہار عیش بہ نزہتگہ چمن برسید — ہجوم یاس بامیدہا مبدل گشت
بنفشہ کرد بشاخ بنفشہ ہمدوشی — بسان عاشق و معشوق گشت گشت[1] بہ کشت
ہوائے تازہ بگلزار علم و فضل آمد — نسیم صبح بصد نازمی کند گلگشت
جناب مرشدی اشرف علی مجدد ملت — کہ پایہ ملکوتش ز آسمان بگذشت
رفیع منزلتے کا سماں بیاوردہ — پے نثار گہرہائے انجم اندر طشت
بعمر باز خلوص دل و زبان سلیم — ثناء و حمد الٰہی بکعبہ جان تشت[2]
حکیم امت و شیخ زمانہ ہادی دین — فیوض ذات گرامی ہمہ جہان انگشت[3]
بہ ذرہ ذرہ رسید است فیض انعامش — زلال ہرکہ نمی یافت دردوئے مے گشت
زفیض اوشدہ توثیق مذہب اسلام — زقہر او صنم و بتکدہ ہمہ شد تشت[4]
ہرآنکہ گشت مطیعش شدہ جہانش مطیع — وزانکہ گشت نگاہش جہان از و برگشت
محب داد رو غوث یگانہ فخر سلف — کہ گشتہ خاص پے ذات او صفات ہشت[5]
نجات از مرض سخت یافتہ، صد شکر — زدرد صعب بفضل اللہ صحت گشت
دوبارہ داد میخوارگان مے عرفان — دوبارہ میکدہ از فیض سرخوشش آغشت
دوبارہ غنچہ پژمردہ از طرب بشگفت — دوبارہ ہرگل افسردہ شاد و خنداں گشت
سزدکہ دہر ازیں مژدہ نغمہ ریزشود — سزدکہ دور زمانہ کند بہ دشتن[6] وشت
شنوز وصل کہ ہجری و عیسوی تاریخ — زشعر ذیل چوخورشید و مہ درخشاں گشت

زلطف رب حکیم و جلیل یافت شفا ۱۳۵۷ھ
رسیدہ بود بلائے زبون[7] بخیر گذشت ۱۹۳۸ء

از خاکسار وصل بلگرامی

---

[1] گشت بہ کشت: گیاہیست مانند ریسماں باریک بہم پیچیدہ و برگردیدہ است زیرا کہ بیکد گر پیچیدہ است و اوراق آں مانند و نبالہ عقارب برگردیدہ۔ [2] تشت: ملاحظہ کردہ و بہیر و تفریح شدہ ۱۲ [3] انگشت: دانستہ ۱۲ [4] تشت: خراب دست و ضائع و زبون ۱۲ [5] ہشت صفات (۱) معرفت اللہ (۲) حلم و شکر در ہمہ حال (۳) رضا بقسمت ازل (۴) صبر بر بلا (۵) قلت رزق (۶) تعظیم لامر اللہ (۷) شفقت علی خلق اللہ (۸) عفت و عصمت ۱۲ [6] دشت: خوب خوش، رقص، وجست و خیر و شادی و دشتن بمعنی جستن و رقص کردن شاہ قاسم انوار گفتہ — یادم ورا آید از وردشتن کند دشتن — ایں خانہ را از دشتن گلشن کند گلشن [7] کسی مشہور شاعر کا اصل مصرع یہ تھا رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گذشت تاریخ کی وجہ سے اس میں و لے کا لفظ نکال کر زبون کا لفظ شامل کر دیا گیا ۱۲ وصل